شادی بیاہ کے اسلامی احکام



حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی دامت برکاتہم العالیہ

مکتبۃ الاسلام کراچی

- ☆ نکاح کی اہمیت
- ☆ نکاح کا مسنون طریقہ
- ☆ منگنی کی حقیقت
- ☆ مہر کی مقدار
- ☆ شادی کارڈ
- ☆ چھواروں کی تقسیم
- ☆ شادی میں گانا بجانا
- ☆ شادی میں بے پردگی
- ☆ شادی اور مخلوط اجتماع
- ☆ جہیز کی حیثیت
- ☆ نیوتہ اور سلامی کی رسم
- ☆ شادی اور تصویر کشی
- ☆ شادی میں نمازوں کی قضا

شادی بیاہ کے اسلامی احکام
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی
مکتبۃ الاسلام کراچی

شادی بیاہ

کے

اسلامی احکام

☆ نکاح کی اہمیت
☆ شادی میں گانا بجانا
☆ نکاح کا مسنون طریقہ
☆ شادی میں بے پردگی
☆ منگنی کی حقیقت
☆ شادی اور مخلوط اجتماع
☆ مہر کی مقدار
☆ جہیز کی حیثیت
☆ شادی کارڈ
☆ نیوتہ اور سلامی کی رسم
☆ چھواروں کی تقسیم
☆ شادی اور تصویر کشی
☆ شادی میں نمازوں کی قضا

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی دامت برکاتہم العالیہ
نائب مفتی: جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

باہتمام : شاہد محمود

مطبع : القادر پرنٹنگ پریس، کراچی

ناشر : مکتبۃ الاسلام کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا، کراچی

فون : 021-35016664-65

موبائل : 0300-8245793

ملنے کے پتے

- ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
- ایچ ایم سعید، پاکستان چوک، کراچی
- مکتبہ زکریا، بنوری ٹاؤن، کراچی

اجمالی فہرست

مکتبۃ الاسلام کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

احقر کے خاندان اور برادری میں جب کبھی کسی نکاح کی تقریب میں شرکت کا موقع ملتا ہے تو احباب کی فرمائش پر نکاح سے پہلے مختصر بیان کرنے کا معمول ہے۔ جس میں قرآن وسنت کی روشنی میں دین کی عام باتیں اور خاص طور پر نکاح کے متعلق ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں جو منکرات ومفاسد رائج ہیں اُن سے بچنے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند رسائل مثلاً:

(۱)......نکاح کا مسنون طریقہ

(۲)......نکاح کی چند باتیں

(۴)......شادی کی اہمیت اور ہمارے گناہ

(۳)......جہیز اور نیوتہ کی حقیقت اور شادی میں ہونے والے گناہ

الگ الگ شائع ہو چکے ہیں، احباب کی رائے یہ ہے کہ ان کو یکجا شائع کیا

جائے، تاکہ ان کو پڑھنے میں سہولت ہو، اس لئے اب ان کو ایک ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو قبول فرمائیں اور مسلمانوں کے لئے نافع اور مفید بنائیں، آمین۔

عبدالرؤف سکھروی

۵-۲-۱۴۳۲ھ

نِکاح کا مسنُون طریقہ

الحمدللّٰہ نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن
به ونتوكل عليه ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا
ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له
ومن يضلله فلا هادى له ونشهدان لا إله الا الله
وحده لاشريک له ونشهدان سيدنا ونبينا
ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ
عليه وعلى آله واصحابه وبارک وسلم
تسليما كثيرًا كثيرًا.

أمابعد!

فقد قال النبى صلى الله عليه وسلم قال:
النكاح من سنتى، وقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم: فمن رغب عن سنتى فليس منى.

نکاح بھی ایک عبادت ہے

میرے قابلِ احترام بزرگو اور محترم خواتین! جس طرح نماز ایک عبادت ہے اور روزہ ایک عبادت ہے، حج اور زکوٰۃ ایک عبادت ہے، ایسے ہی مسلمان مرد وعورت کا نکاح کرنا بھی ایک عبادت ہے۔ اور جس طریقہ سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا ایک طریقہ ہے جو شریعت سے ثابت ہے، اسی طریقہ سے نکاح کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے جو شریعت سے ثابت ہے۔ جو نکاح شریعت کے مطابق ہوگا، سنت کے موافق ہوگا وہ نکاح عبادت ہوگا اور باعثِ اجر وثواب ہوگا اور خیر و برکت سے بھرپور ہوگا، اور جو نکاح اور جو شادی بیاہ شریعت سے ہٹ کر ہوگا، سنت کے خلاف ہوگا تو چاہے نکاح منعقد ہو جائے لیکن نکاح کی جو برکتیں ہیں اور اللہ پاک نے اس میں دنیا وآخرت کے جو فائدے رکھے ہیں، وہ نکاح ان سے خالی رہ جائے گا، جیسے خلافِ سنت نماز پڑھنے سے چاہے نماز کا فرض اتر جائے، اور خلافِ سنت حج وعمرہ کرنے سے چاہے حج وعمرہ کا واجب ادا ہو جائے، لیکن سنت سے ہٹ کر ادا کرنے کی وجہ سے اور سنت کے خلاف عمل کرنے کی وجہ سے نماز کی نورانیت اور مقبولیت ختم ہو جاتی ہے، حج وعمرہ مقبول نہیں ہوتا، ایسے ہی وہ نکاح بھی خیر و برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس لیے ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہیے کہ جب ان کے ہاں نکاح کی تقریب ہو تو اپنے اس نکاح کو شریعت اور سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کریں، جیسے نماز ہمیں سنت کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، حج وعمرہ اور ہماری دیگر عبادتیں سنت کے مطابق ہونی چاہئیں، اسی طرح ہمارا نکاح بھی سنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اور جیسے نماز کا طریقہ، حج وعمرہ کا طریقہ اور دیگر عبادتوں کے طریقے سرکارِ دو عالم ﷺ

سے منقول وثابت ہیں۔ اسی طرح نکاح کرنے کا طریقہ بھی سرکارِ دو عالم ﷺ سے منقول اور ثابت ہے۔

آپ ﷺ نے خود اپنے بھی نکاح کیے ہیں، اور اپنی بیٹیوں کے بھی نکاح کیے ہیں، صحابہ کرام کے نکاح بھی پڑھائے ہیں، نبی اکرم جناب رسول اللہ ﷺ کی سب سے پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو جنت میں تمام عورتوں کی سردار ہوں گی، ان کا نکاح سرکارِ دو عالم ﷺ نے خود کیا ہے۔ اور کس طرح کیا ہے؟ اس کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، اسی کا خلاصہ آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں تا کہ کم از کم ہمیں یہ معلوم تو ہو کہ ہمارے آقا جناب رسول اللہ ﷺ نے جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کا نکاح کس طرح کیا تھا؟ اور پھر ہم بھی اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں اور اس طریقہ میں جو ہدایات وتعلیمات ہیں وہ ہمیں معلوم ہوں اور ہم ان کو محفوظ رکھیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا واقعہ

وہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساڑھے پندرہ سال کی ہوئیں، تو سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، لیکن آپ ﷺ نے ان کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے عذر فرمادیا اور معذرت کر لی کہ میری بیٹی کی عمر کم ہے اور تمہاری عمر زیادہ ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی عمر اکیس سال ہوگئی تھی، انہوں نے خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نعمتِ عظمیٰ کے عطاء فرمانے کی

درخواست کی، ان کی درخواست کو سن کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم آیا کہ یہ رشتہ منظور کرلیا جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور منگنی ہوگئی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے انس! جاؤ اور ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر اور انصار کی ایک جماعت کو بلا کر لاؤ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے تو نبی اکرم جناب رسول ﷺ نے خطبہ پڑھا، اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کردیا، اور مہر تقریباً چار سو درھم مقرر فرمایا، ایک طباق میں تھوڑے سے چھوارے رکھ کر حاضرین کو پہنچائے، اس کے بعد حضرت ام ایمنؓ سے فرمایا کہ تم فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر پہنچادو۔ چنانچہ حضرت ام ایمنؓ کے ہمراہ نبی اکرم جناب رسول اللہ ﷺ نے خاتون جنّت کی رخصتی فرمادی، حضرت امّ ایمن حضور ﷺ کی بیٹی کو حضرت علیؓ کے گھر پہنچا کر آ گئیں۔ یہ دونوں جہاں کے سردار جناب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کی رخصتی ہے جو جنّت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، اور آپ ﷺ نے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: پانی لاؤ، وہ ایک پیالہ میں پانی لائیں، آپ ﷺ نے اس کے اندر لعاب مبارک ڈالا اور فرمایا کہ ذرا سامنے ہو، پھر آپ ﷺ نے ان کے سر پر اور ان کے سینے مبارک پر کچھ پانی چھڑکا، پھر فرمایا کہ پیٹھ میری طرف کرو، پھر ان کے دونوں شانوں پر پانی چھڑکا اور پھر دعا دی کہ اے اللہ! میں ان کو اور ان کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر ان سے فرمایا کہ باقی پانی تم پی لو، چنانچہ انہوں نے پانی پی لیا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ پانی لاؤ! وہ گئے اور وہ بھی پانی لے

کر آئے اور اسی طرح آپ ﷺ نے پانی کا کٹورا لے کر اس میں لعاب مبارک ڈالا اور ان کے سر اور سینے پر کچھ پانی چھڑکا، لیکن پشت کی طرف دونوں شانوں کے درمیان نہیں چھڑکا اور ان کو بھی آپ ﷺ نے پانی پینے کے لیے عطا فرمایا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے گھر تشریف لے جانے کے بعد ایک پیالہ میں پانی لیا، اور قل اعوذ برب الفلق، اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر پانی پر دم کیا اور دونوں کے آگے پیچھے چھڑکا اور پینے کے لیے بھی فرمایا اور یہ فرمایا کہ تم اس سے وضوء کرو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نیک اور نصیب دار اولاد ہونے کی دعا دی، اور اچھی اچھی پاکیزہ دعائیں عطا فرمائیں، اور فرمایا کہ خیر و برکت کے ساتھ اور طہارت کے ساتھ رہو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جہیز

اور جہیز میں نبی کریم ﷺ نے چند چیزیں عطا فرمائیں جن میں چار گدّے، دو رضائی، دو چاندی کے بازو بند، ایک چادر، ایک تکیہ، ایک پیالہ، ایک مشکیزہ اور ایک چکی آٹا پیسنے کے لیے، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک پلنگ بھی آپ ﷺ نے عطا فرمایا تھا، یہ چیزیں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو ان کے جہیز میں عطا فرمائیں۔

اور آپ ﷺ نے ان کے گھر تشریف لے جانے کے بعد گھر کے اندر کے کاموں کے انجام دینے کی ذمہ داری مثلاً گھر کی صفائی و ستھرائی، کھانا پکانا، آٹا پیسنا، پانی بھرنا، حضرت بی بی فاطمہؓ کے سپر فرمائی اور گھر سے باہر کے کاموں کی ذمہ داری حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوپر ڈالی کہ گھر سے باہر کے کام انجام دینا تمہاری ذمہ داری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ولیمہ

نکاح کے بعد دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولیمہ فرمایا، ولیمہ کے اندر چند صاع ملکوہ، ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے، اور چند جو کی روٹیاں اور کچھ کھجوریں تھیں، بس اس طریقہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ولیمہ فرمایا۔

یہ مختصر سا طریقہ ہے اُس نکاح کا جس کے کرنے والے دونوں جہاں کے سردار ہیں، اور جس کا نکاح ہو رہا ہے وہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، اور جس کے ساتھ ہو رہا ہے وہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ تو تمام نبیوں کے سردار اپنی بیٹی کا کس سادگی کے ساتھ اور کس اختصار کے ساتھ اور کس سہولت و آسانی کے ساتھ اور کتنے معمولی مہر پر اپنی بیٹی کا نکاح فرما رہے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس سادگی کے ساتھ ہلکا پھلکا ولیمہ کر رہے ہیں، یہ وہ طریقہ ہے جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

مذکورہ واقعہ میں ہمارے لیے ہدایات

اس میں ہمارے لیے بڑی ہدایات ہیں اور بڑی تعلیمات ہیں، اور دراصل یہ طریقہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ اللہ کرے کہ ہم دل و جان سے ان ہدایات کو اور ان تعلیمات کو سنیں اور سمجھیں اور جب اس کا موقع آئے تو ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پہلی ہدایت

سب سے پہلی بات جو اس طریقہ سے معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ جب لڑکیاں اور لڑکے بالغ ہو جائیں اور نکاح کے قابل ہو جائیں اور مناسب رشتہ مل جائے تو پھر

بغیر کسی معتبر عذر کے ان کے نکاح میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، جلد ہی نکاح کر دینا چاہیے، بلا وجہ یا بلا عذر لڑکے یا لڑکی کو بغیر نکاح کے رکھنا مناسب نہیں، البتہ اگر کوئی معتبر عذر ہو تو الگ بات ہے۔

اور دوسری حدیثوں میں بھی اس کی تاکید و ترغیب ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب ان کا وقت آ جائے تو ان میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، ان میں سے ایک نکاح بھی ہے۔ پھر جب مناسب رشتہ مل جائے تو تاخیر نہ کرو، اگر تاخیر کرو گے تو فساد پھیل جائے گا، معاشرے میں تباہی اور بربادی رونما ہوگی، اور اس کے اندر جو دینی اور دنیوی نقصانات ہیں وہ ہر عاقل و بالغ شخص کے اوپر واضح اور روشن ہیں۔

دوسری ہدایت

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نکاح کے اندر لڑکے اور لڑکی کی عمروں کے درمیان تناسب ملحوظ رکھنا چاہیے، لڑکے کی عمر لڑکی سے کچھ زیادہ ہونی چاہیے، جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اکیس سال اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اس وقت ساڑھے پندرہ سال تھی، تقریباً چار پانچ سال کا فرق ہے، تو معمولی سا فرق ہو، اس کے برعکس نہیں ہونا چاہیے کہ لڑکی بڑی عمر کی ہو اور لڑکا چھوٹی عمر کا ہو، یا بہت زیادہ فرق ہو، یہ مناسب نہیں، اگرچہ کم زیادہ عمر کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے، کیونکہ نکاح تو باہمی رضامندی کے ساتھ ہوتا ہے، اور باہمی رضامندی میں چھوٹی عمر والی لڑکی بڑے عمر کے لڑکے سے نکاح کر لے، یا چھوٹی عمر والا لڑکا کسی بڑی عمر کی عورت سے نکاح کر لے تو جائز تو ہے، لیکن ہم حضور ﷺ کے طریقے کو دیکھیں تو اس کے اندر جو بات سمجھ میں آ رہی ہے وہ بڑی اہم اور قابل قدر اور قابل توجہ ہے، لہٰذا جہاں تک ہو سکے

ہم اس کے مطابق اس نیک کام کو انجام دیں، تا کہ حضور ﷺ کی سنت کا نور اس کے اندر رچ بس جائے اور اس کی برکتیں ظاہر ہوں اور وہ ہمیں حاصل ہو جائیں۔

سنّت سے عمروں کے تناسب کا ثبوت

تو دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ عمر کا تناسب بھی ہونا چاہیے اور اس کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے، چنانچہ مذکورہ واقعہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ ﷺ کی خدمت میں رشتہ پیش کیا، لیکن ان کی عمر زیادہ تھی، اس لیے آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول نہیں فرمائی، حضرت عمرؓ نے درخواست پیش کی، لیکن ان کی عمر بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ تھی، ان کی درخواست بھی آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمائی، حضرت علیؓ نے درخواست پیش کی تو آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے ان کی درخواست قبول فرمالی۔ لہٰذا کس طریقہ سے آپ ﷺ نے عمر کا جوڑ اور تناسب دیکھا، تو معلوم ہوا کہ یہ تناسب دیکھنا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے، اس لیے ہر مؤمن مرد و عورت کو اس کا خیال رکھنا چاہیے، لیکن جہاں کوئی مجبوری ہو یا کوئی عذر ہو تو کوئی حرج نہیں۔

تیسری ہدایت

اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی بیٹی کے نکاح کرنے کا وعدہ اور ان کی درخواست کس سادگی کے ساتھ قبول فرمائی، نہ خاندان جمع ہوا، نہ برادری آئی، نہ قوم آئی اور نہ کوئی لینا دینا اور کرنا دھرنا ہوا، کس سادگی اور کس اختصار کے ساتھ ذرا سی دیر میں یہ مسئلہ طے ہو گیا۔

منگنی کی حقیقت

معلوم ہوا کہ منگنی کی حقیقت اصل میں اتنی ہی ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں

سے درخواست کرتے ہیں اور لڑکی والے اپنے اطمینان کے بعد درخواست قبول کرلیتے ہیں، بس منگنی تو اس کا نام ہے، اس حد تک اگر کوئی منگنی کرے تو اس کے اندر کوئی خرچہ ہی نہیں، یہ بات ٹیلی فون اور خط وکتابت سے بھی طے ہوسکتی ہے، اگر دونوں گھرانے قریب ہیں تو آکر اور بیٹھ کر بھی طے کرسکتے ہیں، اس کے سوا دوسرے لوازمات کچھ بھی نہیں ہیں۔

لیکن ہمارے معاشرے میں اس میں چاروں طرف لوازمات ورسومات کی جو ایک طویل اور مضبوط دیوار حائل ہے اس کو پھلانگنا ہر ایک کا کام نہیں اور نہ ہی ہر ایک کے بس کی بات ہے، اس کا یہاں کوئی نام ونشان ہی نہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، انہوں نے درخواست کی، آپ ﷺ نے درخواست قبول فرمائی، بس منگنی ہوگئی۔

لہٰذا ہم حضور ﷺ کے اس نقشِ قدم کو اپنے ذہن میں جمائیں اور اس کو نقش کرکے اس سے ہٹ کر جو کچھ ہم نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے، اور انہیں ضروری قرار دے لیا ہے کہ ان کے بغیر منگنی ہو ہی نہیں سکتی، ان سے ہم اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں، حضور ﷺ کے نقش قدم کو چھوڑ کر وہ وہ مصیبتیں اور پریشانیاں ہم نے اپنے اوپر بڑھالی ہیں کہ جس کے نتیجے میں منگنی جو انتہائی آسان اور سہل تھی وہ کس قدر مشکل اور مصیبت بن گئی ہے۔

دو لفظوں میں منگنی اور شادی کی حقیقت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے منگنی اور نکاح کے بارے میں ایک لفظ ایسا ارشاد فرمایا ہے کہ جس میں ہمارے اس دور کی منگنی اور شادی کی ساری حقیقت بیان

ہوگئی ہے، مختصر سے دو لفظوں میں حضرت نے سب کچھ بیان کردیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ہمارے زمانے کی منگنی ''قیامتِ صغریٰ'' ہے اور شادی ''قیامتِ کبریٰ'' ہے۔

ہمارے زمانے کی شادی بیاہ اور منگنی کا نقشہ کھینچنے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں ہوسکتا، یہ منگنی قیامت بنی ہوئی ہے، اس میں اتنی رسمیں اور خرافات اور اس قدر نمود و نمائش اور پھر ان سے بڑھ کر بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب اور طرح طرح کی پابندیاں اور لوازمات پائے جاتے ہیں کہ نماز و روزہ سے بڑھ کر وہ ضروری ہیں، کوئی نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، حج نہ کرے، زکوٰۃ نہ دے، کوئی پوچھنے والا نہیں، لیکن اگر منگنی کی ان رسموں کو انجام نہ دیا جائے اور ان کی خانہ پوری نہ کی جائے تو جناب لعن وطعن کی بارش شروع ہوجاتی ہے، طعن و تشنیع سے آدمی کا جینا دوبھر کردیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی مصیبت ہم نے بنالی کہ واقعی جیسے حضرت نے فرمایا کہ قیامتِ صغریٰ ہے، یہ بات حقیقت ہے۔ اس کے مقابلہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح آسانی اور سادگی سے اپنی چہیتی کی منگنی فرمائی، یہ بھی ہم دیکھ لیں۔

نکاح کا پیغام کون دے؟

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح کا پیغام لڑکے والوں کو دینا مناسب ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں کو پیغام دیں اور لڑکی والے اس کو قبول کریں، اس کے برعکس بھی جائز ہے کہ لڑکی والے لڑکے والوں کو پیغام دیں۔ مگر مذکورہ واقعہ میں طریقہ دیکھئے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود درخواست لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آرہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی درخواست قبول فرمارہے ہیں۔ کرنے والے کون ہیں؟ کس کا نکاح ہو رہا ہے؟ کس سے ہو رہا ہے؟ یہ

سب دیکھتے چلے جائیں، یہ ہیں ہمارے رہبر اور رہنما اور یہی ہمارے اصل طریقے ہیں جس میں دنیا و آخرت کی نجات ہے۔ اس لیے اسی طریقہ کو اختیار کریں، اور اس سے ہٹ کر آج کل ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس سے اپنے آپ کو بچائیں۔ خصوصاً جو حرام اور ناجائز کام اور ناجائز اور خلاف شرع رسمیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں، ان سے اپنے آپ کو ضرور ہی بچانے کی کوشش کریں۔

نکاح میں کن لوگوں کو بلایا جائے؟

اس کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ نے خاص خاص صحابہ کرامؓ کو بلایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے موقع پر اپنے بہت ہی قریبی اور خاص خاص احباب کو بلانا چاہیے اور ان کے بلانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اب وہ خاص چاہے رشتہ کے اعتبار سے ہوں، یا پڑوس کی وجہ سے ہوں یا محبت و تعلق کی وجہ سے ہوں یا دوست و احباب ہوں۔ اور اس میں بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس نکاح کا اعلان ہو جائے اور ان سب کے علم میں آ جائے کہ فلاں کا نکاح فلاں کے ساتھ ہو گیا ہے، یہ اس کا مقصودِ اصلی ہے، یہ نہیں کہ یہ اتنا بڑا اور اتنا اہم خوشی کا موقع ہے، اگر ہم اس کے اندر دوسروں کو نہیں بلائیں گے تو انہیں گلہ شکوہ ہوگا اور وہ روٹھیں گے اور ان کو منانا پڑے گا، لہٰذا اس موقع پر ان کو بلانا بہت ضروری ہے، ان کے بغیر تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا، یہ کوئی تصور نہیں بلکہ صحیح تصور اور تعلیم یہ ہے کہ یہ موقع نکاح کے اعلان کا ہے اور اس اعلان کی زیادہ ضرورت خاص خاص لوگوں کو ہے جو ہر دم کے ساتھی اور ہر وقت ان کی آمد و رفت رہتی ہے اور ملتے جلتے رہتے ہیں تا کہ ان کے علم میں آ جائے کہ کس لڑکی کا نکاح کس لڑکے کے ساتھ ہوا ہے اور وہ بے فکر ہو جائیں۔

مسجد میں نکاح کرنا مستحب ہے

اس لیے مسجد کے اندر نکاح کرنا مستحب ہے کہ مسجد کے اندر اعلان زیادہ ہوتا ہے، لہٰذا اپنے خاص خاص احباب کو بلانے میں جن کے آنے میں پریشانی نہ ہو، کوئی تکلیف نہ ہو، دشواری نہ ہو، بس وہی کافی ہیں، لہٰذا جو بہت ہی دور دور کے رشتہ دار ہیں، یا دوسرے شہروں کے اندر رہتے ہیں یا ہماری صرف ان سے سلام دعاء ہے، انہیں بلانے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا نکاح کے موقع پر یہ جو سمجھا جاتا ہے کہ جتنے بھی خون کے رشتے ہیں، چاہے ان کا تعلق باپ دادا پردادا سے ہو، یا نانی پرنانی سے ہو، ان سب ہی کو بلانا ضروری ہے، اور جتنے بچپن سے لیکر اب تک کے شناساں ہیں، جو کہ کبھی کسی محلّہ یا مکان میں رہتے تھے، وہاں کے پڑوسی پھر ان کے پڑوسی، اور اگر کسی راستہ میں بازار میں کسی سے سلام دعاء ہوگئی تو ان کو کارڈ بھیجنا بھی ضروری ہے، حیثیت سو آدمیوں کو بلانے کی نہیں ہے اور دعوت ہزار آدمیوں کی ہے۔ اور اس کے لیے بڑے لمبے لمبے اخراجات، لمبے لمبے سودی قرضے اور رشوتیں لی جاتی ہیں، بھیک جمع کی جاتی ہے، اور جمع کر کے سب کو بلانا ضروری سمجھ کر ان کو دعوت دی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ غلط ہے جس سے بچنا لازم ہے۔

لسٹوں کی تیاری

چنانچہ اس کے لیے گھروں کے اندر لسٹیں بنتی ہیں، ایک لسٹ بنی وہ کینسل، دوسری بنی وہ کینسل، تیسری بنی وہ کینسل، مہینوں لسٹ بننے میں لگتے ہیں، اس لیے کہ زبانی سب کہاں یاد رہتے ہیں، ایک دوسرے سے رابطے کیے جاتے ہیں، جہاں کہیں شادی ہوئی ہوتی ہے تو ان سے لسٹیں مانگی جاتی ہیں کہ آپ نے کس کس کو بلایا تھا، تو

اس طریقہ سے چلتے ہوئے مسافر کو بھی دعوت دے دی جاتی ہے، اسی طرح جو دکاندار دکان پر بیٹھا ہے اور اس کے جو گاہک ہیں، ان کو بھی دعوت دی جاتی ہے۔ یہ سب غیر ضروری باتیں ہیں اور سب غلط طریقے ہیں جن کو ہم نے اپنے اوپر لادلیا ہے، اور جس نکاح کا طریقہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے سستا، ہلکا، آسان، اور خیر و برکت سے بھرپور ہمیں عطا فرمایا تھا، اس طریقہ کو ہم نے پسِ پشت ڈال دیا، اور ہم نے اس کو انتہائی مشکل، انتہائی مہنگا اور مصیبتوں سے بھرپور، اور نمود و نمائش کے لباس سے اس کو آلودہ کر کے اختیار کرلیا۔

حضور ﷺ نے کن لوگوں کو بلایا تھا؟

نبی اکرم جناب رسول اللہ ﷺ نے صرف ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، اور انصار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی ایک جماعت کو بلایا تھا، جب وہ آگئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے خطبہ پڑھا اور نکاح کر دیا، بس یہی تعلیم ہمیں حاصل کرنی چاہیے۔

شادی کارڈ کی حقیقت

شادی کی اطلاع کے لیے کارڈ چھپوانے کی بھی زیادہ ضرورت نہیں، اگر ضروری ہو تو معمولی درجہ کا کارڈ چھپوالیں، شادی کارڈ کے اندر لوگ بڑے پیسے خرچ کرتے ہیں، بہت مہنگا بناتے ہیں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، حالانکہ اس کا حاصل صرف اطلاع دینا ہے، جس گھر میں آیا پڑھا اور ایک طرف رکھ دیا، بنانے والے تو یہ سمجھتے ہیں کہ یادگار رہے گا، لیکن ذرا سوچیں کون یاد کرتا ہے؟ دوسرے دن جب ولیمہ ختم، کارڈ سارے کے سارے ٹوکری میں چل دیے، اور لاکھوں روپے ضائع ہوگئے۔

شادی کارڈ کے بارے میں حضرتؒ کا طریقہ

اس بارے میں ہم نے سیدی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا پیار طریقہ دیکھا، کہ حضرتؒ کا جو لیٹر پیڈ تھا، اس پر حضرت نے نکاح کے دعوت نامہ کا خود مضمون تحریر فرمایا اور اس کی فوٹو کاپی کروا کر یا کسی پریس میں دے کر مناسب انداز میں چھپوا کر سادے لفافہ میں رکھ کر دے دیا، خرچ بھی زیادہ نہیں ہوا، اور مقصد بھی حاصل ہوگیا۔ تو حضرت کے اس عمل میں آسانی ہی آسانی ہے، اور اس طریقے سے یہ کام بسہولت انجام دیا جاسکتا ہے، یا وقت پر اپنے خاص خاص احباب کو تحریری طور پر یا ٹیلی فون پر یا زبانی اطلاع دے دی جائے اور مسجد میں نکاح رکھ لیا جائے۔

مقدار مہر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں ۴ سو درہم مہر مقرر فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم عورتوں کا مہر زیادہ نہ بڑھاؤ، اس لیے کہ زیادہ مہر عورتوں کے اندر اگر کوئی خیر کی بات ہوتی، بھلائی کی چیز ہوتی، یا کوئی عزت کی چیز ہوتی اور آخرت کے اعتبار سے کوئی تقویٰ کی بات ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ مستحق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

مہر فاطمی کی حقیقت اور اس کی اہمیت

لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کا مہر ۱۲ اور ۱۳ اوقیہ چاندی سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔ اور ایک روایت میں ساڑھے بارہ اوقیہ بھی ہے۔ اور ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کے پانچ سو درہم بنتے ہیں، اور درہم چاندی کا ہوتا ہے

اور ایک درھم 3.15 ماشے کے برابر ہوتا ہے، اس طرح پانچ سو درھم کا حساب تولہ ماشہ کے اعتبار سے ایک سو اکتین تولہ تین ماشہ چاندی بنتی ہے۔ یہ وزن مہر مسنون ہے اور اسے مہر فاطمی بھی کہتے ہیں، اور یہ وہ مہر ہے جو نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کا مقرر فرمایا، لہٰذا ہو سکے تو یہ مسنون مہر سنّت کی نیت سے مقرر کرنا اچھا ہے، جب بھی کسی کا نکاح ہو تو وہ اپنے نکاح کے اندر مہر فاطمی یعنی ۱۳۱ تولہ تین ماشہ چاندی مقرر کر سکتا ہے۔

مہر کی ادائیگی کس طرح کریں؟

ادائیگی میں اختیار ہے جس طرح چاہیں کرلیں، چاہیں تو چاندی کا وزن دے دیں، یعنی چاہیں تو اتنی مقدار چاندی مہر میں دے دیں، یا جو ادائیگی کا وقت مقرر ہو اس وقت چاندی کی جو قیمت بنتی ہو وہ ادا کر دیں۔

مہر کی کم از کم مقدار اور زیادہ کی حد

شریعت میں کم از کم مہر کی مقدار دس درھم مقرر ہے جس کی مالیت دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی بنتی ہے، اور زیادہ کی شریعت میں کوئی حد مقرر نہیں، بس مہر اتنا ہی ہونا چاہیے کہ جس کو شوہر آسانی کے ساتھ ادا کر سکے، اور اس کی نیت بھی ادا کرنے کی ہو، اور وہ ادا کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو۔

فخر کے طور پر زیادہ مہر مقرر کرنا

لہٰذا فخر کے طور پر اور دکھاوے کے طور پر، نمائش کے طور پر بڑی بڑی رقمیں جو مہر کے اندر مقرر کی جاتی ہیں، یاد رکھیے! مقرر کرنے سے وہ واجب ہو جاتی ہیں اور ریا کاری کا گناہ الگ ہوتا ہے اور ادا نہ کرنے کی نیت کا گناہ الگ ہوتا ہے، چنانچہ اگر

پانچ لاکھ یا دس لاکھ مہر مقرر کریں گے تو وہ واجب ہو جائیگا، اور پھر وہ ادا کرنا پڑے گا۔ اور اتنی بڑی مقدار اگر اس لیے مقرر کی تا کہ برادری میں میرا نام روشن ہو کہ فلاں کے مہر کی اتنی بڑی رقم تھی کہ آج تک کسی کا اتنا مہر مقرر نہیں ہوا، یہ ریا کاری اور دکھاوا ہو گیا، اور ریا کاری حرام ہے، ناجائز ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ گناہ بھی ہوا اور مقررہ مہر واجب بھی ہوا، اور اگر پوچھیں کہ بھائی اتنا مہر کیوں مقرر کیا؟ تو کہتے ہیں کہ دیتا کون ہے، نام ہو گیا اور کیا چاہیے، نہ کوئی دیتا ہے نہ مانگتا ہے، اللہ بچائے۔

مہر نہ دینے پر وعید

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس آدمی نے مہر مقرر کیا اس حال میں کہ اس کے مہر دینے کی نیت نہیں تھی، تو اللہ بچائے اس کو بدکاری کا گناہ ہوگا اور وہ بدکار کہلائے گا۔

مہر معاف کرانے کے دو موقعے

اور پھر ایسے ہی لوگوں کے بارے میں سننے میں آتا رہتا ہے کہ وہ پہلی ہی رات میں اپنی بیوی سے اپنا مہر معاف کرا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے آپ میرا مہر معاف کریں بعد میں آپ سے ملاقات کرسکوں گا۔

مرد ہو کر بیوی سے مہر معاف کرانا بڑی ہی بے غیرتی اور بے حیائی کی بات ہے، مردانگی تو یہ ہے کہ پانچ لاکھ مہر مقرر ہو تو دس لاکھ ادا کرے، بہادری تو اس کا نام ہے، نہ یہ کہ پانچ لاکھ مہر بندھوالیا اب پانچ ہزار دینے کی طاقت نہیں، اب بیوی سے معافی مانگ رہے ہیں کہ مہر بہت زیادہ ہے، شاید معاف کر دے، یہ بات مردانگی اور غیرت کے خلاف ہے۔

مذکورہ معافی معتبر نہیں

دوسرے اگر اس نے مجبور ہو کر یا لحاظ میں آ کر یا شرم کی وجہ سے معاف کر بھی دیا تو وہ مہر معاف نہیں ہوگا، بعد میں دینا پڑے گا۔ ایک تو اس موقع پر لوگ اپنا مہر معاف کراتے ہیں۔ لہٰذا اس موقع پر مہر کی معافی معتبر نہیں۔

دوسرا موقعہ

اور ایک موت کے وقت معاف کراتے ہیں، جب کسی کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور زندگی میں اس نے مہر ادا کرنے کی فکر نہیں کی، اور ہزاروں لاکھوں روپے کا مہر اپنی گردن پر لے گیا، تو جب اس کی میت گھر سے نکلنے لگتی ہے تو عورتیں اس کی بیوہ سے کہتی ہیں کہ اری مہر معاف کر دے ورنہ یہ کہاں اپنے سر پر بوجھ لے کر جائے گا، اس وقت انکار کرنا بھی بڑی بے شرمی کی بات ہوتی ہے، لہٰذا اس وقت وہ مجبور ہو کر، بادلِ نخواستہ اور عورتوں کے جبر اور زبردستی کی وجہ سے بے چاری معصوم بیوہ اپنا مہر معاف کر دیتی ہے، اس وقت بھی مہر کی معافی معتبر نہیں۔

مہر کب معاف ہوتا ہے؟

مہر اس وقت معاف ہوتا ہے جب عورت خوش دلی سے اور اللہ کے واسطے معاف کر دے، پھر معاف ہو جاتا ہے۔

لیکن غیرت مند شوہر کے لیے اس طرح کی معافی کا قبول کرنا گوارہ نہیں ہو سکتا، مرد کی مردانگی یہ ہے کہ وہ پورا پورا مہر ادا کرے، یا پھر مہر مقرر کرتے وقت نام و نمود سے پرہیز کرے اور اتنی مقدار مقرر کرے کہ جتنی مقدار ادا کرنے کی اس میں طاقت اور مالی استطاعت ہو اور جس کو وہ آسانی سے ادا کر سکے جو کم از کم تقریباً پونے تین تولہ چاندی

ہو یا اس سے بڑھ کر ہو مگر حسب حیثیت ہو، بہتر یہ ہے کہ مسنون مہر کے مطابق ہو۔

اور اگر کسی خاندان میں اس سے زیادہ کا رواج ہو تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، البتہ ہر حال میں مہر کی ادائیگی ہونی چاہیے، چاہے فی الحال ادائیگی ہو، یا جب باہمی رضامندی سے اس کی ادائیگی طے ہو جائے۔

چنانچہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کی تعلیم میں اعتدال ہی اعتدال ہے، آپ کا مقرر کردہ مہر نہ زیادہ ہے اور نہ کم بلکہ مناسب اور بالکل درمیانہ ہے۔

صراطِ مستقیم کی تعبیر اعتدال کے ساتھ

اور اعتدال اسلام کی روحِ رواں ہے اور اعتدال ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اور صراطِ مستقیم کی تعبیر اعتدال کے ساتھ فرمانا یہ حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنی تھی، کئی مرتبہ فرمایا کہ ہم ہر نماز میں صراطِ مستقیم کہتے ہیں، معلوم بھی ہے کہ صراطِ مستقیم کسے کہتے ہیں؟

فرمایا صراطِ مستقیم راہِ اعتدال کا نام ہے، اور یہ ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں کہتے ہیں۔ اور ان میں کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہتے ہیں کہ زندگی کے ہر موڑ پر اعتدال درکار ہے، شادی ہو، غمی ہو، ملازمت ہو، تجارت ہو، تفریح ہو، جہاں بھی ہوں جس حال میں بھی ہوں، جس شعبہ زندگی میں ہوں، ہر جگہ ہر مسلمان مرد و عورت کا اعتدال پر عمل کرنا صراطِ مستقیم ہے، اور ہر آدمی کو تمام شعبہ زندگی میں اعتدال نصیب ہو جائے تو سمجھو وہ کامیاب و کامران ہے، اور آج کل ایک جگہ اعتدال ہے اور دوسری جگہ اعتدال نہیں، تو یہ بے اعتدالی ہے۔

مہر شرع محمدی ۳۲/۲ روپے کی حقیقت

اس سلسلے کا ایک گناہ اور بھی ہے، وہ یہ کہ ہمارے معاشرے کے اندر مہر کی ایک

صورت اور بھی ہے جو بڑی مشہور و معروف ہے جس کو ساڑھے بتیس روپے مہر شرع محمدی کہا جاتا ہے، اور بڑے ہی اہتمام سے اس کو مقرر کیا جاتا ہے۔ اس کو فی الحال مہر شرعِ محمدی کہنا بالکل غلط ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں مہر کی جو کم سے کم مقدار ہے وہ دو تولہ ساڑھے سات ماشے چاندی ہے، اور آج کل چاندی تقریباً 945 روپے تولہ ہے، جس کی قیمت تقریباً =/2480 روپے بنتے ہیں، اب اگر کوئی شریعت کے مطابق کم از کم مقدار دو تولہ ساڑھے سات ماشے چاندی بھی مقرر کرے تو اس کے بھی تقریباً =/2480 روپے بنتے ہیں، ساڑھے بتیس روپے تو کسی صورت میں نہیں بنتے، اور مہر مسنون جو ۱۳۱ تولہ تین ماشہ چاندی ہے، یہ وزن ۵۰۰ درہم کا ہے جس کو مہر فاطمی کہتے ہیں اور مہر مسنون بھی اسی کو کہتے ہیں، یہ تقریباً =/124032 روپے کا بنتا ہے، یہ مہر بہت ہی درمیانہ اور معتبر ہے، اس سے زیادہ بھی مہر ہوسکتا ہے جتنا کہ شوہر بغیر چہرہ کے تیور بدلے آسانی سے بخوشی ادا کر سکے اور اس کو بیوی سے معافی نہ مانگنی پڑے۔ چاہے وہ ایک لاکھ ہو یا ۲۰ لاکھ، لیکن جو جتنا مقرر کرے گا وہ واجب ہو جائے گا، تو ساڑھے بتیس روپے کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ پہلے کسی زمانے میں جب چاندی بہت سستی ہوگی، پانچ دس روپے تولہ، تو اس زمانے میں ممکن ہے کہ کسی نے مہر شرع محمدی ساڑھے بتیس روپے مقرر کیا ہوگا، یا اتنی سستی ہوگی کہ ۱۳۱ تولہ تین ماشہ چاندی ساڑھے بتیس روپے میں آجاتی ہوگی، تو اس زمانہ کی حد تک اس کو مقرر کرنا درست ہوسکتا تھا، لیکن آج کل یہ مہر شرعِ محمدی نہیں، اور اگر کوئی مقرر کرے گا تو اسے تقریباً پونے تین تولہ چاندی کے پیسے جس کے آج کل تقریباً پچیس سو روپے بنتے ہیں، دینا واجب ہونگے۔ لہٰذا جہاں کہیں یہ مہر باندھا جاتا ہو، ہرگز ہرگز نہیں باندھنا چاہیے، اور مہر فاطمی بھی صرف مسنون

ہے، فرض و واجب نہیں، لہٰذا اگر کسی کی حیثیت اس کے ادا کرنے کی نہ ہو اور وہ پانچ ہزار مقرر کرنا چاہے تو وہ بھی جائز ہے۔ بہر حال شوہر اور بیوی دونوں کی حیثیت دیکھ کر مہر مقرر کرنا چاہیے۔

چھواروں کی تقسیم

اس کے بعد آپ ﷺ نے حاضرین کے پاس کچھ چھوارے طباق میں ڈال کر بھیجے تاکہ حاضرین ان کو لے لیں، چنانچہ اگر حاضرین میں کچھ چھوارے تقسیم کر دیئے جائیں تو اچھا ہے، اس سے خوشی کا اظہار ہوتا ہے۔

ہماری بے اعتدالی

لیکن ہمارے زمانہ میں چھواروں کے ساتھ کچھ اور چیزیں بھی چپک گئی ہیں، جیسے چنگم چپکتی ہے ایسے کچھ اور چیزیں بھی اس کے ساتھ چپک گئی ہیں اور ان کا چپکانا ہنگامے سے خالی نہیں، خالی چھواروں کی تقسیم آج بھی انتہائی پرسکون ہو سکتی ہے اگر ان کو اوپر لٹایا نہ جائے بلکہ ویسے ہی لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے، کیونکہ صرف چھواروں کی لوگوں کے دلوں میں اب خواہش کم ہوگئی ہے وہ طلب و تڑپ نہیں رہی، بس خاموشی سے چپکے چپکے ہر آدمی لے لیتا ہے۔

مسجد کی بے حرمتی

اور اگر اس میں کچھ اور جیسے پان چھالیہ، ٹافیاں اور سپاریاں بھی اس کے اندر بھری ہوئی ہیں تو پھر مسجد کیا، پھر وہ ایک کھیل کا میدان ہے، اس میں ایسی لوٹ مار اور چھینا جھپٹی ہوتی ہے کہ الامان والحفیظ، اور اس چھینا جھپٹی میں مسجد اور ایک دوسرے کی بے حرمتی ہوتی ہے، کبھی تھیلیاں پھٹ رہی ہیں اور کبھی تھیلا پھٹ رہا ہے، کبھی آدمی کا

سر پھٹ رہا ہے، ایک طرح کا ہنگامہ ہوتا ہے، اللہ بچائے، ذرا سا سنّت سے ہٹے اور کیسی کیسی مصیبتوں میں مبتلاء ہو گئے، بچے بھی، بوڑھے بھی، جوان بھی سارے ہی اس کی طرف لپک جاتے ہیں اور ایسے لپکتے ہیں کہ معلوم نہیں کتنے دن کے بھوکے تھے اور آج پہلی مرتبہ ان کے سامنے یہ چیز آئی ہے، اللہ بچائے بانٹنے والے اور لینے والے دونوں مصیبت میں مبتلاء ہیں، بھائی ایسی مصیبت اپنی طرف سے بڑھائی کیوں؟ کس نے کہا تھا اس کو بڑھاؤ؟

محض اپنے فخر کے لیے، نام کے لیے، بڑائی کے لیے، تاکہ معلوم ہو کہ ہمارے یہاں شادی ہوئی تھی اور اس میں یہ چیز بٹی تھی۔ اور ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے یہاں شادی ہوئی تھی اس میں تھیلی میں کیا کیا ڈالا گیا تھا، اگر اس نے پانچ چیزیں ڈالی تھیں تو اگلا سات ڈالے گا، اور پھر اگلا نو ڈالے گا، یعنی اس میں بھی مقابلہ بازی ہو رہی ہے، اور جس کی زیادہ موٹی تھیلی اور زیادہ خوبصورت اور زیادہ رنگین بٹوہ اس کی تقسیم میں زیادہ مصیبت اور پھر وہ سب کو دکھاتا پھرے گا، اور سب ایک دوسرے کو دکھائیں گے، یہ سب کچھ کیا ہے؟ نام و نمود ہے، دکھاوا اور نمائش ہے، اس دکھاوے اور نمائش سے تو کچھ نہیں ہوتا۔

دیکھئے! چھواروں سے آگے بڑھتے ہی فتنہ ہو گیا، اب مسجد میں جاؤ وہاں مصیبت، کہیں اور جگہ جاؤ وہاں پریشانی، اور بے حرمتی الگ ہو رہی ہے، لوگ ان کے چھلکے اور گٹھلیاں وغیرہ مسجد میں ہی ڈال دیتے ہیں، حالانکہ جب آئے تھے تو مسجد صاف ستھری تھی، جب گئے تو معلوم ہوا کہ گندی ہو گئی، دریاں بھی خراب، قالین بھی خراب، اور فرش بھی گندا، جگہ جگہ پنیوں وغیرہ کے ریزے بکھرے ہوئے ہیں، گٹھلیاں پڑی ہوئی ہیں، مسجد کی یہ بے حرمتی کیسے گوارہ کی جاسکتی ہے؟ اور کسی مسلمان کا اپنے

نکاح میں اس طرح مسجد میں گندگی کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ پھر ایسے نکاح میں کیسے خیروبرکت آسکتی ہے جس میں خانہ خدا کو پامال کردیا گیا ہو اور اس کو گندا کردیا گیا ہو۔

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی

اس کے بعد حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی دیکھئے! اس میں کس قدر سادگی اور اختصار ہے، حضرت امّ ایمنؓ حضرت بی بی فاطمہؓ کو لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئیں اور ان کو وہاں پہنچادیا۔ معلوم ہوا کہ شادی اور رخصتی میں اختصار کرنا چاہیے، اس کے ساتھ کسی دھوم دھام کی ضرورت نہیں، شورشرابے اور نمودونمائش کی ضرورت نہیں، اختصار اور سادگی کے ساتھ بیٹی کو دولہا کے گھر پہنچادو۔

ہمارے یہاں کا طریقہ

لیکن ہمارے یہاں دیکھئے کہ اس کے پیچھے کتنا بڑا ہنگامہ ہے، اور جب تک ہال نہ ہو اس وقت تک رخصتی ممکن نہیں، لہٰذا آج کل کے زمانہ میں بیٹی کی رخصتی کے لیے ہال کا ہونا بھی شرط ہے، وہ تو شکر ہے کہ گورنمنٹ نے کھانے پر پابندی لگادی تو کچھ معاملہ ہلکا ہوگیا، ورنہ پوری برات اور برادری کی دعوت بھی ضروری سمجھی جاتی ہے، بصورتِ دیگر نکاح کا تصور ہی نہیں، اگر کوئی اس طرح کر بھی لے تو لعن وطعن کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ انسان کا زندگی گزارنا اور برادری میں بیٹھنا مشکل ہوجاتا ہے، جبکہ مذکورہ واقعہ میں آپ ﷺ نے بیٹی کی شادی پر دعوت نہیں فرمائی، بیٹی کی شادی کی دعوت کا یہاں کہیں ذکر نہیں، صرف حضرت علیؓ نے ولیمہ کیا ہے اور آپ ﷺ نے

صرف بیٹی کو رخصت فرمایا ہے۔

بیٹی کی شادی کی دعوت سنّت سمجھ کر کرنا غلط ہے

اس لیے علماء کرام نے فرمایا کہ بیٹی کی شادی کی دعوت ولیمہ کی طرح سنّت سمجھ کر کرنا غلط اور ناجائز ہے، اور یہ سمجھنا کہ یہ ضروری ہے اور اس کے بغیر ہم اپنی بیٹی کو رخصت کر ہی نہیں سکتے، اور جب تک اس کی دعوت نہ ہو اور سب لوگوں کو نہ بلایا جائے اور دھوم دھام سے نہ ہو، چاہے حیثیت بھی نہ ہو لیکن وہ ضروری سمجھتے ہیں، تو ضروری سمجھ کر کرنا بھی صحیح نہیں، یہ بھی غلط ہے۔

البتہ یہ گنجائش ہے کہ حسب استطاعت جو خاص خاص عزیز و اقارب ہوں ان کو بلالیا جائے، اور جب اپنے گھر میں بلایا جائے گا تو کھانا بھی کھلایا جائے گا، اس طرح یہ ان کی مہمان نوازی ہوگی، وہ بھی کھالیں گے، بچی اور گھر والے بھی کھالیں گے، کھانے کے بعد بچی کی رخصتی ہوجائے گی۔

لیکن یہاں تو لڑکے والوں سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کے کتنے آدمی آئیں گے اور بعض اوقات تو وہ خود ہی لسٹ بھیج دیتے ہیں کہ کم از کم پانچ سو افراد ہمارے ہوں گے، اور ہزار لڑکی والوں نے بلا رکھے ہیں، اب ڈیڑھ ہزار آدمیوں کا کھانا کوئی معمولی بات ہے؟ اور اگر یہ نہ ہو تو پھر نکاح نہیں ہوسکتا، رخصتی نہیں ہوسکتی۔

یہ جو لمبے لمبے خرچے ہم نے اپنی طرف سے بنالیے ہیں، یہ سراسر ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہوا ہے، زیادتی کررکھی ہے، جس کی وجہ سے شادی بیاہ کے مسائل کو ہم نے خود ہی مشکل سے مشکل بنالیا ہے۔ بہرحال دیکھ لیجیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے کس طرح رخصت ہو رہی ہیں، اس بات کو ہم یاد رکھیں۔ اگر بیٹی

کے لیے کچھ کرنا ہی ہے تو مختصر سے مختصر اور کم سے کم، بس اپنے خاص خاص عزیز و اقارب اور اپنے گھر کی حد تک اور دو چار پڑوسیوں کی حد تک محدود رکھیں، جس کے لیے کوئی لمبا چوڑا انتظام کرنے کی ضرورت نہیں، اور یہ بھی وہ کرے کہ جس میں استطاعت ہو، جس کی یہ بھی استطاعت نہیں اس کے لیے یہ بھی کوئی ضروری نہیں۔

قیامت کبریٰ

بہر حال! آج ہم نے اپنے ذہنوں کے اندر شادی بیاہ کے لیے رائج الوقت رسومات ولوازمات کے ساتھ جو ایک معیار مقرر کر لیا ہے اپنے ماحول اور اپنے معاشرہ کے اعتبار سے اور پھر اس معیار کے مطابق امیر وغریب سارے کے سارے پابندی کرنے والے ہوگئے ہیں، یہ ایک قیامت کبریٰ ہے اور یہ ایک بڑی آفت و مصیبت ہے، اب غریب آدمی اتنا روپیہ کہاں سے لائے، یا تو اس کی بیٹی گھر بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو جائے اور وہ اس غم میں مر جائے اور ہارٹ فیل ہو جائے یا پھر وہ معاشرہ میں بھیک مانگے، زکوٰۃ وخیرات مانگے، فطرہ مانگے، اس طریقہ سے وہ پیسے اکٹھے کرے تاکہ کسی طریقہ سے وہ معاشرہ کا پیٹ بھر سکے، اور ان کی رسمیں پوری کر سکے، اور ان کے مقرر کردہ معیار کو کسی طریقہ سے پورا پورا ادا کر سکے، اللہ بچائے۔

معوّذتین کی سنّت

اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۃ الناس اور سورۃ الفلق پڑھنے کا عمل فرمایا، لہٰذا اگر کسی کی بیٹی کی شادی ہوئی ہو، اور اس سے پہلے داماد سے بے تکلف ہوں جیسے بھائی، بھائی کے بیٹا اور بیٹی ہوتے ہیں، تو یہ لوگ محرم بھی ہوتے ہیں اور بے تکلفی بھی ہوتی ہے تو اس موقع پر یہ سنّت بھی ادا کر دینی چاہیے جیسے حضور اکرم ﷺ نے عمل فرمایا، اگر

نکاح کی چند باتیں

اس میں لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کا آسان طریقہ اور اصلاح کی چند باتوں کا ذکر ہے۔

نحمدہ ونصلی وسلم علیٰ رسولہ الکریم

امابعد!

اس وقت باقاعدہ کسی بیان کا ارادہ نہیں ہے بلکہ ابھی کچھ دیر کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ نکاح ہوگا۔ تاہم نکاح سے پہلے چند باتیں عرض کرنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ عرض کرتا ہوں۔ اس کے بعد نکاح ہوگا۔

لڑکی سے نکاح کی اجازت پہلے لینی چاہیے

پہلی بات میں وہ عرض کرنا چاہتا ہوں جو کراچی میں بھی ایک نکاح کے موقع پر عرض کر چکا ہوں۔ دوبارہ اس لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ممکن ہے حاضرین اور شرکائے نکاح میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں کہ اُنہوں نے وہ بات نہ سنی ہو اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ آئندہ بھی اور کسی نکاح کے موقع پر اس بات کا اعادہ کروں۔ خاص طور پر جب وہ نکاح کسی اور شہر میں ہوتا کہ ہر شہر کے احباب اور اعزّہ کو وہ مسئلہ معلوم ہو جائے اور جب اُن کے یہاں نکاح کی تقریب ہو تو وہ اس پر عمل فرمائیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ

نکاح سے پہلے لڑکی سے نکاح کی جو اجازت لی جاتی ہے، یہ عین نکاح کے وقت لینا ضروری نہیں ہے۔ عام طور پر جب نکاح ہونے لگتا ہے تو اس سے کچھ دیر پہلے لڑکی سے نکاح کی اجازت لی جاتی ہے اور مردوں کو لڑکی سے اجازت کے لیے بھیجا جاتا ہے تو یاد رکھنا چاہیے کہ لڑکی سے عین نکاح کے وقت اجازت لینا جائز ہے مگر ضروری نہیں ہے۔ بلکہ نکاح کے وقت اجازت لینے میں بعض قباحتیں ہیں جیسا کہ میں ابھی انشاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔ جب لڑکی سے نکاح کے وقت اجازت لینا ضروری نہیں ہے تو ایسی صورت میں یہ کام نکاح سے بہت پہلے کر لینا چاہیے۔ جس دن نکاح ہونے والا ہے اُس دن صبح بھی یہ کام ہوسکتا ہے۔ ایک دن پہلے بھی ہوسکتا ہے، دو دن پہلے بھی ہوسکتا ہے، تین دن پہلے بھی ہوسکتا ہے اور پہلے اجازت لینے میں زیادہ آسانی ہے اور وہ آسانی یہ ہے کہ جس طرح نکاح کے وقت مرد حضرات مسجد میں جمع ہوتے ہیں، اُسی طرح قریب کی خواتین بھی اُس گھر میں جمع ہو جاتی ہیں جہاں لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے تو اجازت لینے والوں کو عین نکاح کے وقت جا کر اجازت لینے میں خاصی دشواری ہوتی ہے جبکہ اُس سے پہلے خواتین وہاں جمع نہ ہوں تو اجازت لینے میں آسانی ہوتی ہے۔ اور ہمیں ہمیشہ وہ کام کرنا چاہیے جس میں آسانی ہو اور اُس کام سے بچنا چاہیے جس میں دشواری ہو۔ نبی اکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سنت یہی ہے کہ جب آپ کو دو کاموں میں سے کسی کام کا اختیار دیا جاتا تو آپ اُن میں سے جو سب سے زیادہ آسان ہوتا اُسے اختیار فرماتے تھے۔ لہٰذا ہمارے لیے حضور ﷺ کی سنت اور طریقہ کافی وشافی ہے۔ اس لیے ایک اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ عین نکاح کے موقع پر

اجازت لینے کے بجائے پہلے سے اجازت لے لینا چاہئے۔

نکاح کی اجازت باپ کو لینی چاہئے

جب لڑکی سے نکاح کی اجازت لی جائے تو اس سلسلے میں اہم بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ لڑکی سے نکاح کی اجازت اس کے باپ کو لینی چاہئے۔ اگر باپ موجود ہو اور باپ اپنے ساتھ اپنی بیٹی کے دو محرم رشتہ دار لے لے۔ مثلاً یا تو بچی کے دو سگے بھائی یا بچی کے دو چچا اور تایا کو لے لے یا بچی کے سگے ماموں کو لے لے۔ بچی کا سگا ماموں ایک ہو یا دو، سگے بھائی ایک ہوں یا دو ہوں۔ اس طرح اس کے سگے بھتیجے ہوں یا سگے بھانجے ہوں۔ اُن میں سے کسی دو کو بطور گواہ باپ اپنے ساتھ لے لے اور اپنے ساتھ بچی کے ان دو محرم کو لے کر بچی کے پاس جائے اور اس کے سامنے اس کے شوہر کا اور اُس کے باپ کا نام لے کہ میں تمہارا فلاں ابن فلاں کے ساتھ اتنے مہر کے عوض نکاح کرنا چاہتا ہوں، تمہاری اجازت ہے اور یہ کہہ کر خاموش ہو جائے۔ اگر لڑکی کنواری ہے تو لڑکی سے زبانی اجازت نہ لے۔ لڑکی سے ہاں یا ناں کا جواب زبانی نہ لے یعنی زبانی جواب دینے پر اُسے مجبور نہ کرے صرف اپنی طرف سے اجازت چاہنے کے الفاظ کہہ کر خاموش کھڑا رہے۔ اس کے بعد لڑکی اگر خاموش رہے تو بھی اجازت ہے، رو پڑے تو بھی اجازت ہے، گردن ہلا دے یا خاموش رہے تو بھی اجازت ہے۔

اجازت تین بار ضروری نہیں

نکاح کی اجازت لینا تین دفعہ کوئی ضروری نہیں۔ اسی طرح لڑکی سے تین مرتبہ

زبان سے کہلوانا بھی کوئی ضروری نہیں ہے۔ صرف ایک مرتبہ واضح الفاظ میں باپ کہہ دے کہ میں فلاں ابن فلاں کے ساتھ اتنے مہر کے عوض تمہارا نکاح کرنا چاہتا ہوں، تمہاری اجازت ہے، اس کے بعد خاموش ہو جائیں۔ اب لڑکی خاموش رہے تو بھی اجازت، رو پڑے تو بھی اجازت، سر ہلا دے تو بھی اجازت، ہنس پڑے تو بھی اجازت۔ بہر حال یہ اس کی اجازت ہوگئی، اب مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر لڑکی کا باپ اور دادا خود کسی شخص کو لڑکی سے نکاح کی اجازت کے لیے بھیجیں تو اُس کے سامنے بھی لڑکی کا زبان سے اجازت دینا ضروری نہیں اور تین دفعہ اجازت لینا بھی ضروری نہیں ایک مرتبہ اجازت دینا اور خاموش رہنا کافی ہے۔ اب اجازت ہوگئی اور اس کی اجازت کے دو گواہ ہوگئے، اب وہ آئیں اور آکر فارم کے اندر اپنے نام وغیرہ لکھوا دیں اور رجسٹر کی کاروائی مکمل کر لیں۔

اجازت لینے نامحرم مرد نہ جائے

نکاح کے موقع پر لڑکی سے اجازت لینے کے لیے کوئی نامحرم مرد کو جانا جائز نہیں۔ عام طور پر اس کا خیال نہیں رکھا جاتا، نکاح کے موقع پر اجازت لینے کے لیے کبھی لڑکی کے بہنوئی کو بھیج دیا جاتا ہے یا لڑکی کے جو رشتہ کے بھائی ہیں جیسے چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، تایازاد بھائی، خالہ زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی اُن کو بھیج دیا جاتا ہے یا لڑکی کے پھوپھا کو بھیج دیا جاتا ہے یا لڑکی کے خالو کو بھیج دیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے یہ سب نامحرم مرد ہیں۔ ان نامحرموں کو لڑکی سے نکاح کی اجازت کے لیے بھیجنا جبکہ اپنی بیٹی آراستہ بیٹھی ہوئی ہے، سجی ہوئی بیٹھی ہے، اُس کی بے پردگی کرنا ہے اور

بے آب روئی کرنا ہے جو گناہ ہے۔ اس لیے نکاح کی اجازت کے لیے لڑکی کے محرم کو بھیجنا چاہئے۔

باپ اجازت لینے میں نہ شرمائے

اس سلسلے میں باپ کو ذرہ برابر بھی نہیں شرمانا چاہئے اور اسے بالکل کوئی عار محسوس نہیں ہونی چاہئے۔ اللہ پاک نے اس کو بچی کا ولی بنایا ہے، سرپرست اور ذمہ دار بنایا ہے جب ذمہ دار بنایا ہے تو اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ اس ذمہ داری میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ اپنی بچی سے نکاح کی خود اجازت لے۔ پہلے زمانہ میں باپ کا عجیب حال ہوتا تھا کہ جب اس کی بیٹی کے نکاح کا موقع آتا تو وہ چھپ جاتا، کہیں میں کسی کو مل نہ جاؤں، کسی کو نظر نہ آجاؤں کہ میری بیٹی کا نکاح ہو رہا ہے۔ اجازت لینا تو دور کی بات وہ لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا تھا اور لوگ اس کو تلاش کرتے تھے کہ لڑکی کا باپ کہاں ہے، جس کی بیٹی کا نکاح ہو رہا ہے وہ کہاں ہے، اسے ڈھونڈتے تھے۔ خدا جانے اس میں کیا راز تھا، کیا حکمت تھی۔ بہرحال یہ بالکل غلط طرزِ عمل ہے جو پہلے پایا جاتا تھا۔ الحمدللہ اب یہ صورتحال نہیں ہے۔ لڑکی کا باپ مجلسِ نکاح میں ہوتا ہے، لیکن اب بھی یہ کمی ضرور ہے کہ لڑکی کا باپ خود عام طور پر لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے نہیں جاتا اور اجازت لیتے ہوئے شرماتا ہے۔ حالانکہ یہ کوئی شرم کی بات نہیں۔ شرم تو گناہ کے کام میں ہونی چاہیے، ناجائز خلافِ شرع کام میں شرم آنی چاہئے اور وہاں آدمی کو شرما کر گناہ سے بچنا چاہیے اور اپنی بیٹی کا نکاح یہ تو عین عبادت ہے، عین سنت ہے، عین خوشی کا موقع ہے، تو ایسے موقع پر کہاں کا شرمانا؟ بلکہ خود بحیثیت ولی کے

آگے آنا چاہیے اور خود اپنے ساتھ دو گواہوں کو لے کر جو بچی کے محرم ہوں اجازت لینی چاہیے۔

اجازت لینے والا محرم ہو

لیکن بہر حال اگر باپ خود نہ گیا اور اس نے اپنی طرف سے کسی اور شخص کو اجازت لینے کے لیے بھیج دیا تو جس کو اجازت کے لیے بھیجا ہے اس میں بھی یہی ہونا چاہیے کہ وہ بچی کا محرم ہو۔ مثلاً باپ اپنے بھائی کو بھیج دے جو بچی کا چچا ہوگا یا بچی کے ماموں کو بھیج دے یا بچی کے سگے تایا کو بھیج دے۔ اس طرح سے کسی اور محرم کو بھیج دے اور اُس کے ساتھ دو گواہ بھی بچی کے محرم ہونے چاہئیں۔

ولی کے اجازت نہ لینے کا وبال

بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی کا باپ یا دادا موجود ہوتے ہیں، لیکن وہ نہ خود لڑکی سے نکاح کی اجازت لیتے ہیں اور نہ کسی کو اپنا نائب بنا کر اجازت کے لیے بھیجتے ہیں بلکہ کوئی اور قریبی عزیز رشتہ دار جیسے لڑکی کے تایا اور چچا وغیرہ خود چلے جاتے ہیں یا کسی کو بھیج دیتے ہیں۔ یہ بڑی کوتاہی کی بات ہے اس سے بالکل اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس میں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ جب باپ دادا کا نہ بھیجا ہوا شخص لڑکی سے نکاح کی اجازت لے گا تو لڑکی کا خاموش رہنا نکاح کی اجازت نہ ہوگا۔ اس صورت میں لڑکی کو زبان سے صاف صاف اجازت دینا ضروری ہوگا، چاہے لڑکی کنواری ہو کیونکہ کنواری لڑکی کا خاموش رہنا اس وقت اجازت ہے جب اُس کا باپ یا دادا یا اُن کا بھیجا ہوا شخص اُس سے نکاح کی اجازت لے۔ ان کے علاوہ کسی اور شخص کی

اجازت لینے میں لڑکی کا خاموش رہنا شرعی لحاظ سے اجازت نہیں اور یہ وکالت درست نہیں۔ اس کے بعد نکاح کی مجلس میں وکیل اور گواہوں کا یہ کہنا کہ لڑکی نے نکاح کی اجازت دیدی ہے، جھوٹ ہے۔ اس کے بعد جو نکاح کیا گیا وہ بھی درست نہیں، البتہ اس کے بعد جب لڑکی رخصت ہو کر دولہا کے گھر آئی اور ہمبستری سے اُس نے انکار نہ کیا تو اب تک جو نکاح اُس کی اجازت پر موقوف تھا صحیح ہو گیا، لیکن ایجاب وقبول کے وقت یہ نکاح صحیح نہیں ہوا تھا۔ اس لیے لڑکی کا دولہا کے ساتھ خلوت میں ہونا اور دولہا کا اُس کو ہاتھ لگانا، اس کے جسم کو چھونا، برہنہ کرنا اور دیکھنا جائز نہ ہوگا۔ اس قباحت سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ لڑکی کا باپ یا اس کا بھیجا ہوا شخص لڑکی سے نکاح کی اجازت لے۔ (ماخذہ امدادالفتاویٰ۔ ج۲۔ صفحہ ۳۳۳)

بے پردگی کا گناہ

نکاح کے موقع پر اجازت لینے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اس گھر میں خواتین آراستہ پیراستہ جمع ہوتی ہیں اور نکاح کی اجازت کے موقع پر جب بچی کا باپ اور دو محرم اجازت لینے کے لیے آئیں گے تو اگرچہ یہ تینوں بیٹی کے حق میں محرم ہیں لیکن ان کے لحاظ سے دیگر خواتین تو اکثر نامحرم ہی ہوتی ہیں اور اس موقع پر عام طور سے خواتین کہنے کے باوجود پردہ بھی نہیں کرتیں اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اجازت لینے والے آرہے ہیں پردہ کرلو اور یہ اعلان ضرور کرنا چاہیے بلکہ جن کے گھر میں یہ شادی ہورہی ہو وہ علی الاعلان تمام خواتین سے کہیں کہ بچی سے اجازت لینے کے لیے وکیل اور گواہ آرہے ہیں، آپ سب پردہ کرلیں۔

خواتین کی بے پردگی

لیکن تجربہ ہے کہ کہنے کے باوجود اکثر خواتین پردہ نہیں کرتیں بلکہ ایسے موقع پر سننے میں یہ آیا ہے کہ بجائے پردہ کرنے کے جھانکنے کی کوشش کرتی ہیں یعنی آگے بڑھ کر یہ دیکھنے کی کوشش کرتی ہیں کہ نکاح کی اجازت لینے والے کون آئے ہیں اور اُن کے ساتھ گواہ کون کون ہیں۔ لاؤ اُن کو دیکھیں اور پھر یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اور کس طرح اجازت لیتے ہیں؟ اور لڑکی اجازت دیتی ہے یا نہیں دیتی اور تجسس اُن کے اندر ہوتا ہی ہے جو اُن کی فطرت ہے۔ چنانچہ یہ جذبہ مزید بے پردگی کا باعث بن جاتا ہے۔ حالانکہ اس وقت تو اور زیادہ پردہ کی ضرورت ہے کیونکہ خواتین آراستہ پیراستہ ہیں۔ تو عین نکاح کے موقع پر اجازت کے لیے جانے میں یہ خرابی ہے کہ جانے والوں کی بھی نامحرم عورتوں پر نظریں پڑتی ہیں، وہ بھی نامحرم عورتوں کو دیکھتے ہیں اور نامحرم عورتیں بھی نامحرم مردوں کو دیکھتی ہیں۔ جبکہ حکم نامحرم مردوں کو بھی یہ ہے کہ نامحرم عورتوں پر قصداً نظر نہ ڈالیں، اپنی نظر کو نیچی رکھیں۔ نامحرم عورتوں کو حکم یہ ہے کہ وہ اُن سے پردہ کریں اور پردہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی نظر بھی نیچی رکھیں۔ اب نکاح کے موقع پر اجازت لینے میں اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اس لیے نکاح کی اجازت پیشگی لینی چاہیے تاکہ عین نکاح کے وقت جو گناہ ہوسکتے ہیں اُن سے بچنا آسان ہو۔

نامحرم کو وکیل بنانے میں گناہ

اگر خدانخواستہ کسی نے کسی نامحرم مرد کو وکیل بنا کر بھیج دیا اور اُس کے ساتھ دو

نامحرم مرد بھی بطور گواہ کے چلے گئے تو جناب بھیجنے والے نے بھی گناہ کیا اور یہ جانے والے بھی گناہگار ہوں گے اور جو دو گواہ چلے گئے وہ بھی گناہگار ہوں گے اور گھر کے اندر جتنی بھی خواتین ہوں گی وہ عام طور سے نامحرم ہوں گی۔ خاص طور سے وہ لڑکی جس کا نکاح ہونے والا ہے، وہ نامحرم مرد اب اس نامحرم عورت جس کے پاس کہ آج تک وہ اتنا قریب نہیں آیا تھا نکاح کی اجازت کے بہانے وہ بالکل ہی نزدیک آ کر کھڑا ہوگیا۔ اب اگر اُس نے اجازت دیدی تو اُس کی اجازت سے بہرحال نکاح ہوجائے گا پھر اگر اُس کے باپ نے بھیجا ہے تو اُس کے سامنے خاموش رہنا بھی اجازت ہے اور اگر باپ دادا نے نہیں بھیجا تو پھر لڑکی کا زبان سے اجازت دینا ضروری ہے، خاموش رہنا اجازت نہیں، لیکن نامحرم مرد کا ایک نہیں تین نامحرم مردوں کا نامحرم عورتوں کے پاس جانا اور اُس لڑکی کے پاس جانا اور وہاں کھڑے ہوکر اجازت لینا اس کے اندر گناہ ہی گناہ ہیں۔ اس لیے خاص نکاح کے موقع پر نکاح کی اجازت لینے کی بجائے جہاں تک ہوسکے پہلے ہی نکاح کی اجازت لے کر فارغ ہونا چاہیے تاکہ نکاح کے موقع پر اجازت کے لیے جانا ہی نہ پڑے اور اس قسم کی خرابیوں سے دوچار ہونا ہی نہ پڑے۔

گھر والوں کی اصلاح کی فکر

ایک بات تو یہ تھی جو میں عرض کرنا چاہ رہا تھا۔ دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ ہمیں اپنے گھر کے اندر اپنی خواتین کی بھی اصلاح کی فکر ہونی چاہیے۔ جہاں اپنی اپنی

اصلاح کی فکر ہونی چاہیے وہاں اپنے گھر کی خواتین کی بھی فکر ہونی چاہیے۔ جس میں سب سے پہلے اُن کی نماز کی پابندی کی فکر رکھنی چاہیے۔ یہ ہر ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ اُس کی بچیاں اور بچے نماز کے پابند ہوں۔ بچے مسجد میں جا کر نماز باجماعت کے پابند ہوں اور بچیاں گھر کے اندر اذان ہوتے ہی وقت مستحب کے اندر اندر نمازیں ادا کرنے کی پابند رہیں۔ یہ ہم سب کی دینی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے گھر میں اس بات کا خیال رکھیں۔ باپ کی بھی ذمہ داری ہے اور ماں کی بھی ذمہ داری ہے۔ وہ اس بات کا دھیان رکھیں کہ بچے اور بچیاں اس بات کے پابند ہو گئے ہیں یا نہیں اور اگر ہم نے اس میں کوتاہی کی اور اُن کی دیگر دینی اور ضروری تعلیم وتربیت میں کوتاہی کی تو حدیث شریف کی رو سے ہر آدمی ذمہ دار ہے اور وہ اپنے ماتحتوں کے بارے میں ان کے دینی فرائض اور پابندی کا مسئول ہے۔

تسبیحات کی تلقین

دوسرے اُن کو کچھ مستحبات کا بھی پابند بنانا چاہیے۔ ان مستحبات کا پابند بنانے سے دنیا اور آخرت کے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اس میں سے ایک یہ کہ اُن کو صبح وشام کی تسبیحات کی تلقین کرنی چاہیے۔ بچے بھی بچیاں بھی صبح وشام کی تسبیحات پڑھا کریں۔ وہ تسبیحات جو عام مسلمانوں کے لیے ہیں وہ کسی پیر اور شیخ سے مرید ہونے کے بعد ہی مرید کے لیے ضروری نہیں بلکہ وہ عام ہیں۔ ہر مسلمان مرد و عورت کو اُن کا پابند ہونا چاہیے۔ سب کے لیے اُن کے فوائد عام اور تام ہیں اور اُن

کے پڑھنے کے لیے کسی شیخ و مرشد کی اجازت ضروری نہیں۔ اجازت مل جائے تو اچھا ہے ورنہ کوئی ضروری نہیں۔ اس میں سے ایک تسبیح استغفار کی اور ایک تسبیح درود شریف کی۔ ایک تسبیح سُبْحَانَ اللہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ کی اور ایک تسبیح تیسرے کلمے کی۔ تیسرا کلمہ ذرا لمبا ہے۔ اگر اسے دو حصوں میں تقسیم کرلیں تو آسانی ہو جائے گی۔ آدھے کلمہ کی الگ تسبیح پڑھ لیں آدھے کلمہ کی الگ پڑھ لیں۔ یہ کل پانچ تسبیحات ہوگئیں۔ مرد حضرات بھی اس کے پابند ہوں، لڑکے بھی اس کے پابند ہوں، عورتیں بھی اس کی پابند ہوں، بچیاں بھی اس کی پابند ہوں۔ سب پابندی کے ساتھ اس کو زندگی بھر کا معمول بنالیں اور چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے اور فارغ اوقات کے اندر ذکر میں سے کوئی ایک ذکر اپنا معمول بنالیں۔ مثلاً: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ یا درود شریف پڑھ لیا کریں یا اللہ اللہ پڑھتی رہا کریں۔ یہ ہمہ وقتی ذکر ہے۔ قرآن وحدیث کے اندر کثرتِ ذکر اللہ کی بڑی تاکید وترغیب ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰآاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا اذْکُرُوْا اللہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا.

ترجمہ

''اے ایمان والو! کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔''

اور خواتین کے لیے بھی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالذَّاکِرِیْنَ اللہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ اَعَدَّ اللہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا.

ترجمہ

''یعنی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں اللہ پاک نے اُن کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کیا ہوا ہے۔''

یہ ارشاد سب کے لیے ہے اور قرآن کریم میں یہ ارشاد موجود ہے تو اس مستحب عمل کو بھی اپنانا چاہیے۔ اس کے اندر بڑے فوائد ہیں۔ جو بیان سے باہر ہیں۔ دل کو سکون ملتا ہے، قلوب کو چین ملتا ہے، طبیعت میں ٹھہراؤ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ آخرت کی طرف توجہ ہوتی ہے، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ کا ذکر نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ بہرحال ذکر اللہ کا صبح وشام معمول ہونا چاہیے۔ یہ تسبیحات صبح بھی ہونی چاہئیں، شام بھی ہونی چاہئیں۔ صبح کا مطلب یہ ہے کہ فجر سے لے کر ظہر سے پہلے تک۔ شام کا مطلب ہے عصر کے وقت سے لے کر رات کو سونے تک ہے یہ کتنا لمبا وقت ہے۔ ان اوقات میں جب چاہیں تسبیحات پڑھ لیں۔

قرآنِ کریم کی تلاوت

روزانہ گھر کے ہر فرد کو تلاوت کی تلقین بھی ہونی چاہیے۔ خواتین بھی، مرد بھی، بچیاں بھی اور بچے بھی سب صبح سویرے اُٹھیں۔ سب سے پہلے فجر کی نماز ادا کریں، اُس کے بعد قرآن شریف کی تلاوت، اُس کے بعد تسبیحات، ہو سکے تو مناجاتِ مقبول کی ایک منزل پڑھ لیں۔ اگر کسی کو زیادہ مصروفیت ہو تو آدھی منزل، لیکن آدھی منزل تو

بس طلبہ اور طالبات کے لیے ہے یا اُن نوکری پیشہ لوگوں کے لیے ہے جن کو صبح سویرے ڈیوٹی پر جانا پڑتا ہے۔ ورنہ تاجر پیشہ لوگوں کے لیے تو کوئی دشواری نہیں۔ لہٰذا سویرے قرآن شریف کی تلاوت کے بعد ایک منزل مناجاتِ مقبول کی پڑھ لیا کریں جن کو عربی میں پڑھنے کی مہارت ہے وہ عربی میں پڑھیں جن کو عربی کے اندر پڑھنے میں دشواری ہو وہ اردو والی مناجاتِ مقبول لے لیں جس میں اوپر متن عربی میں ہوتا ہے نیچے ترجمہ ہوتا ہے۔ وہ مناجات لے لیں۔

دعاءِ والہانہ

نیز مناجاتِ مقبول کی دعاؤں کا خلاصہ دعائے والہانہ کے نام سے احقر کا ایک کتابچہ بھی ہے۔ اس میں حضرت والد صاحبؒ کی اردو کی دعائیں ہیں جو مناجاتِ مقبول کا ترجمہ ہیں تو یہ دعائے والہانہ لے لیں، وہ اپنے کلام پاک کے نیچے رکھ دیں اور جب قرآن شریف پڑھ کر فارغ ہوں تو دعائے والہانہ کی دعائیں مانگ لیا کریں۔ جب آپ اس کو پڑھیں گے اور مانگیں گے تو اندازہ ہوگا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے کیسی کیسی دعائیں مانگی ہیں۔ لہٰذا ہم مانگیں گے تو پائیں گے جب نہ مانگیں گے تو کہاں سے پائیں گے۔ وہ تو مقبول دعائیں ہیں بس اُن کو مانگنے کی دیر ہے۔ ہم مانگیں گے تو منجانب اللہ ہمارے لیے بھی انشاء اللہ تعالیٰ وہ پوری ہو جائیں گی۔ تو ان کو مانگنے سے اندازہ ہوگا کہ ہر دعا ہمارے دل کی آواز ہے۔ ایسی پیاری پیاری دعائیں ہیں جو اردو میں موجود ہیں لہٰذا اردو کی دعاءِ والہانہ لے لیں۔ اس طرح سے ہم صبح وشام کا معمول بنائیں۔

نوافل کا معمول

تیسری بات یہ کہ کچھ نوافل کا بھی معمول ہماری زندگی میں ہونا چاہیے۔ مردوں کی زندگی میں بھی، خاص طور پر خواتین کی زندگی میں ان کا اہتمام ہونا چاہیے۔ دو نفل کم از کم اشراق کی اگر کوئی چاشت کو اس کے مستحب وقت میں پڑھ سکتا ہو تو بہت ہی بہتر ہے ورنہ چاشت بھی اشراق کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے۔ اشراق کا جو وقت ہوتا ہے وہ سورج نکلنے کے دس منٹ کے بعد ہو جاتا ہے۔ کلینڈر میں سورج نکلنے کا جو وقت لکھا ہوا ہے اس کے دس منٹ کے بعد اشراق کی نماز پڑھنا جائز ہے۔ لہٰذا دو رکعت نفل اشراق کی پڑھ لیں پھر دو رکعت چاشت کی پڑھ لیں۔ لو صاحب دونوں قسم کی نفلیں ادا ہو گئیں۔

اس کے بعد شام کو مغرب کے بعد چھ رکعت نفل اوابین کی پڑھ لیں۔ چھ رکعت اوابین کا ثواب بارہ سال کی عبادت کے برابر ہے۔ ان کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ بارہ سال کی عبادت کا ثواب عطا فرماتے ہیں اور عشاء کے فرضوں اور دو سنتوں کے بعد چار رکعت قیام اللیل کی پڑھ لیا کریں۔ یہ قیام اللیل کی نفلیں تہجد کے قائم مقام ہیں یعنی ان کے پڑھنے سے آدمی کو تہجد کا ثواب بھی مل جاتا ہے بلکہ ایک روایت میں ان کا ثواب شب قدر کے ثواب کے برابر ہے۔ یہ ثواب عشاء کے فرضوں کے بعد اور وتر سے پہلے چار رکعت پڑھنے والے کو بھی ملتا ہے۔ اب اندازہ کریں شب قدر تو رمضان شریف میں ایک مرتبہ آتی ہے وہ بھی آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کسی ایک

رات میں اور یہ بھی معلوم نہیں کونسی رات ہوتی ہے اور یہاں روزانہ آپ کو چار رکعت پڑھنے پر شب قدر کی عبادت کا ثواب مل رہا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کوئی ٹھکانہ ہے؟ اور چار رکعت پڑھنا ہمارے لیے کیا مشکل ہے۔ پانچ منٹ میں آدمی چار رکعت پڑھ سکتا ہے اور روزانہ پڑھ سکتا ہے، سارا سال پڑھ سکتا ہے بلکہ ساری زندگی پڑھ سکتا ہے۔ تو بس پڑھنا چاہیے۔ اس طرح سے تہجد کا بھی ثواب ملے گا۔ شب قدر کی عبادت کا ثواب بھی ملے گا اور ایک نوافل کا ذخیرہ ہمارے نامہ اعمال میں جمع ہوگا جو آخرت میں بڑا کام آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور تہجد کی نماز پڑھنے کی بھی نیت رکھیں اور اس کی بھی کوشش رکھیں۔

اللہ تعالیٰ اس کی بھی توفیق دیدیں تو سبحان اللہ!!

نماز فجر قضا کرنا جائز نہیں

یاد رکھیں!! اب میں ایک اور بڑی اہم بات عرض کررہا ہوں کہ بلاشبہ ہمارا پیشہ مٹھائی کا ہے اور مٹھائی کا پیشہ ہونے کی وجہ سے دکان رات کو دیر تک کھولنی پڑتی ہے۔ کیونکہ مٹھائی کی دکانداری شام ہی کو زیادہ ہوتی ہے، لیکن آپ یاد رکھیں کہ حلال روزی کمانا اُسی وقت تک جائز ہے جس سے فجر کی نماز قضا نہ ہو۔ دکان اتنی دیر تک کھولے رکھنا اور دکان پر اتنی دیر تک ڈیوٹی دینا جس کی وجہ سے فجر کی نماز قضا ہو جائے یا فجر کی جماعت فوت ہو جائے۔ جائز نہیں۔ آپ تو مٹھائی کے کام کی بات کررہے ہیں۔ رات کو جاگ کر ایسی نفل عبادت کرنا بھی جائز نہیں یا دینی کتابوں کا اتنی دیر تک

مطالعہ کرنا یا تصنیف وتالیف کرنا یا وعظ ونصیحت کرنا، تقریر کرنا یا کوئی اور دینی خدمت کرنا اتنی دیر تک کہ جس کی وجہ سے فجر کی نماز قضا ہو جائے یا فجر کی جماعت فوت ہو جائے جائز نہیں۔ جب کوئی دینی کام اتنی دیر تک کرنا جائز نہیں تو دنیا کا کام کیسے جائز ہوگا۔ اس لیے میرے عزیز واور میرے بزرگو! اس بات کو یاد رکھیں کہ بیشک آپ رات کو گیاہ بجے تک دکان کھولیں، لیکن گیارہ بجے کے بعد بند کرنے کی کوشش کریں تا کہ آپ ساڑھے گیارہ بجے دکان بند کر کے فارغ ہو جائیں اور پھر اپنے گھر جا کر آرام کر سکیں اور فجر کی نماز ہر قیمت پر ادا کریں اور حتی الامکان جماعت سے پڑھیں۔

دکان کی وجہ سے فجر کی نماز قضا کرنا

دکان پر اتنی دیر تک رہنا جس کی وجہ سے فجر کی نماز قضا ہو جائے، جائز نہیں۔ اس گناہ سے بچنا چاہیے۔ اس کے نتیجے میں ہمارے دیر تک دکان پر رہنے کی وجہ سے ملازم اور نوکر بھی نہیں جا سکتے اور نہیں سو سکتے۔ ہماری وجہ سے اُن کی نماز بھی قضا ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے ہمارے گھر والے بھی نہیں سو سکتے۔ وہ بھی آپ کے منتظر رہتے ہیں کہ آپ آئیں، کھانا کھائیں۔ اور کھانا کھانے کے بعد بھی ایک دم بستر پر لیٹنا مناسب نہیں، لہٰذا کچھ دیر بیٹھیں گے اور اس بیٹھنے میں ایک دو بج جانا کچھ مشکل نہیں اور ایک دو بجے سونے والا کیسے پانچ بجے اُٹھ جائے گا۔ وہ تو عموماً سات آٹھ بجے اُٹھے گا اس طرح وہ نماز قضا کر چکا ہوگا۔ یاد رکھیے! کمانے کی خاطر نماز قضا کرنا یا جماعت قضا کرنا جائز نہیں اور اس ناجائز کام کی وجہ سے دکان کے دیگر ملازموں اور

اپنے گھر والوں کی نماز قضا کرانا جائز نہیں۔اب ہماری ذرا سی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے ہماری بھی جماعت فوت ہورہی ہے، ہمارے گھر والوں کی بھی نمازیں قضا ہورہی ہیں اور اُن کی بھی نمازیں فوت ہورہی ہیں۔اس سارے گناہ کا وبال اور ذمہ داری اُس مرد پر ہے جو رات اتنی دیر تک جاگنے کا اہتمام کرتا ہے جس کے نتیجے میں خود بھی نماز قضا کرتا ہے، گھر والے بھی نماز قضا کرتے ہیں۔

جلدی سوئیں

اس کا علاج یہ ہے کہ جلدی دکان بند کریں اور جلدی سوئیں، اگر ایسا کریں گے تو انشاء اللہ تہجد بھی نصیب ہوسکتی ہے۔اگر تہجد نہ سہی تو کم از کم فجر کی نماز جماعت سے ادا ہوجائے گی اور فجر کی نماز قضا کرنے کا گناہ بھی نہ ہوگا۔اس کے بعد اگر آپ چاہیں تو سوجائیں۔اگر رات کی نیند پوری کرنی ہے تو کوئی منع نہیں پھر سوجائیں اور بیشک دو گھنٹے سوئیں تین گھنٹے سوئیں اور آرام سے دس گیارہ بجے اُٹھ کر اپنے کام پر جائیں، کوئی حرج نہیں، لیکن سونے کی وجہ سے اور رات کو دیر تک جاگنے کی وجہ سے فجر کی نماز قضا کرنے کی گنجائش نہیں اور جماعت ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔اس لیے ہم اپنی بھی فجر کی نماز کا خیال کریں اور اپنے ملازموں اور گھر والوں کی فجر کی نماز کے قضا ہونے سے بچنے کا اہتمام کریں۔اس طرح اگر انشاء اللہ تعالیٰ ہم پابندی کریں گے تو ہم بھی نماز کے پابند ہوجائیں گے اور نمازیں پڑھنے لگیں گے اور گھر والے بھی پڑھنے لگیں گے۔

نوافل کا ذخیرہ کار آمد ہے

کسی قدر نوافل کے معمول سے انشاء اللہ تعالیٰ نوافل کا بھی ذخیرہ ہمارے پاس ہو جائے گا۔ نوافل کا ذخیرہ اس لیے اہم ہے کہ قیامت کے دن جو بالکل برحق ہے اور ہم سب کو قیامت ہی کے میدان میں جانا ہے اور حساب و کتاب برحق ہے تو وہاں پر جب فرائض و واجبات اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے اور وہ ناقص اور نامکمل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہونے کے لائق نہیں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھیں گے کہ ان کے نامۂ اعمال میں نوافل کا ذخیرہ ہے یا نہیں؟ اگر کچھ نوافل ہوں گے تو نوافل سے سنتوں کی کمی پوری کی جائے گی۔ سنتوں سے واجبات کی کمی پوری کی جائے گی اور پھر واجبات سے فرائض کی کمی پوری کی جائے گی تو اگر نامۂ اعمال میں نوافل ہوں گے تو کمی پوری ہوگی اور نوافل ہی کسی کے پاس نہ ہوں گے تو بھئی اس کے فرائض و واجبات کی کمی کیسے دور ہوگی۔ اس لیے بڑی دشواری ہوگی، بڑی پریشانی ہوگی، بہت مصیبت کا سامنا ہوگا۔ اس کا بہترین حل ہمیں یہ بتایا گیا کہ دنیا کی زندگی میں فرائض اور واجبات کے پابند رہیں اور کچھ نوافل کے بھی پابند رہیں۔ اس طرح یہ نوافل ہمارے لیے قیامت میں فرائض و واجبات کو مکمل کرنے کا ذریعہ بن جائیں گے اور اس طرح سے انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔ اور آخرت کی نجات ہو جانا اصل اور بڑی کامیابی ہے، حق تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو نصیب فرمائیں، اپنی رضا اور جنت الفردوس عطا فرمائیں، اپنی ناراضگی اور دوزخ سے پناہ عطا فرمائیں۔ آمین

خلاصۂ بیان

بہرحال ہم اپنی زندگی کو دین کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں اور اپنے گھر والوں کی زندگی بھی دین کی طرف لانے کی فکر کریں اور اس کے علاوہ جو گناہ کی باتیں ہمارے گھروں میں ہو رہی ہوں اُن کے دور کرنے اور ختم کرنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ ذمہ داری بھی ہمارے اوپر ہے، لہٰذا ہم اپنی اس ذمہ داری کو ادا کریں۔ اللہ پاک اپنے کرم سے ہمیں اپنے فرائض پہچاننے کی اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق دیں اور اپنے گھر کے ماحول کو خالص دینی بنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

شادی کی اہمیت

اور

ہمارے گناہ

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذبالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له وأشهدان لا إله الا الله وحده لاشريك له وأشهدان سيدنا ونبينا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيرًا كثيرًا.

أمابعد!

فقد قال النبى صلى الله عليه وسلم قال: النكاح من سنتى، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فمن رغب عن سنتى فليس منى.

(ابن ماجه: باب ماجاء فى فضل النكاح، ص ۱۳۲)

تمہید

میرے قابل احترام بزرگو!

اس وقت میں آپ کے سامنے نکاح کی اہمیت وفضیلت اور اس کا باعثِ اجرو ثواب ہونا (انشاء اللہ تعالیٰ) بیان کروں گا۔ خاص طور پر اس عظیم نعمت کے ملنے کے موقع پر اس عظیم سنت کی ادائیگی کے وقت ہمارے معاشرہ میں جو بڑے بڑے گناہ کئے جاتے ہیں، ان میں سے بعض گناہوں کی طرف انشاء اللہ تعالیٰ متوجہ کروں گا، تاکہ جب کسی مسلمان مرد وعورت کو یہ عظیم نعمت حاصل ہو، اور انبیاء علیہم السلام کی اس عظیم سنت پر عمل کرنے کا موقع میسر ہو تو وہ اپنے نکاح کو شریعت کے مطابق انجام دے اور اس موقع پر ہونے والے گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے، تاکہ اس نعمت کا صحیح شکر ادا ہو اور پھر وہ باعثِ برکت بنے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے اور ان کو ناراض کرکے اس نعمت کی برکتوں سے اپنے آپ کو محروم نہ کیجیے۔

نکاح کی اہمیت

اس نکاح کی اہمیت آپ اسی سے سمجھ سکتے ہیں کہ نبی اکرم جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اربع من سنن المرسلین

چار چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّتوں میں سے ہیں:

(۱) نکاح کرنا

(۲) ختنہ کرنا

(۳) مسواک کرنا

(۴) خوشبو لگانا

اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

النکاح من سنّتی

''نکاح کرنا میری سنّت ہے۔''

جناب رسول اللہ ﷺ سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سردار ہیں، ان کی بھی یہ سنّت ہے اور جن کے سردار ہیں یعنی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی سنّتوں میں سے بھی ایک سنّت نکاح کرنا ہے۔ لہٰذا جو چیز سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت ہو اور دونوں جہانوں کے سردار رحمتِ کائنات ﷺ کی بھی سنت ہو تو وہ کتنی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہوگی، اور جو چیز عبادت ہو وہ یقیناً دین کا حصّہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوتی ہے۔ اور اس کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام سنتوں کے بارے میں ایک ارشاد فرمایا کہ:

فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی

جس نے میری سنّت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ حدیث خاص نکاح سے متعلق نہیں ہے بلکہ عام سنتوں کی اہمیت کے سلسلے میں ہے، لیکن جس طرح اور سنّتیں ہیں اس طرح نکاح بھی ایک سنّت ہے۔ لہٰذا جو لوگ نکاح پر قدرت کے ہوتے ہوئے نکاح نہیں کرتے، ان سے آپ ﷺ ناراضگی کا اظہار فرمارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک عظیم سنّت ہے اور جتنی عظیم سنّت ہوتی ہے

اتنی ہی وہ عبادت اور باعثِ اجر وثواب ہوتی ہے، بشرطیکہ اس سنت پر اسی طریقہ سے عمل کیا جائے جیسا کہ شریعت کے اندر منقول ہے۔

اللہ کی نظرِ رحمت کے مستحق

ایک روایت میں ہے کہ جب شوہر بیوی کی طرف محبت سے دیکھتا ہے اور بیوی شوہر کی طرف محبت سے دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

نکاح سے پہلے تو دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے، اور خدانخواستہ نکاح سے پہلے اگر کوئی مرد بری نظر سے کسی عورت کو دیکھے، یا کوئی عورت کسی مرد کو دیکھے تو یہ گناہ ہے اور از روئے حدیث آنکھوں کا زنا ہے، اور نکاح ہونے کے بعد اگر ایک دوسرے کو دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت کے مستحق بن جائیں۔

نکاح کیلئے بیوی کا انتخاب

> ایک روایت میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا: ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہر سے بہت محبت کرنے والی ہو اور جو بہت بچے جننے والی ہو۔ کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت پر پچھلی امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا۔

اور چونکہ امّت کا کثیر ہونا نکاح پر موقوف ہے، اس لیے اس کی ترغیب دی گئی۔ اور ویسے بھی اللہ پاک نے آنحضرت ﷺ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ قیامت کے میدان میں کل (۱۲۰) ایک سو بیس صفیں ہوں گی، ان میں سے چالیس صفیں حضور ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کے امتیوں کی ہوں گی اور اسّی (۸۰) صفیں سرکارِ دو عالم

ﷺ کی امت کی ہوں گی، گویا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے امتیوں کی صفوں سے تعداد کے اعتبار سے دگنی صفیں محمد ﷺ کی امت کی ہوں گی، اور تعداد بڑھتی ہے نکاح کرنے سے، اس لیے نکاح مطلوب ومقصود اور عبادت ہے اور حضور ﷺ کی امت میں اضافہ کا باعث ہے۔

نیک اولاد درجات کی بلندی کا باعث ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آخرت میں پہنچے گا تو اپنے لیے غیر معمولی اجر وثواب اور درجات دیکھے گا، وہ حیران ہوگا کہ میں نے تو اتنے نیک کام نہیں کیے تھے، میرے لیے یہ کہاں سے اتنے درجات اور اتنی نیکیاں آ گئیں، اور خلاف توقع اتنے انعامات کہاں سے آ گئے؟ اس کو بتایا جائے گا کہ تمہارے انتقال کے بعد تمہاری اولاد تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتی تھی، اس کی بدولت یہ سب کچھ تجھے ملا ہے۔

اور اولاد نکاح کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، لہٰذا آخرت کے اندر بلند درجات کا حاصل ہونا نیک اولاد کے ذریعہ ہوگا، اور نیک اولاد حاصل ہوتی ہے نکاح کرنے سے، تو نکاح کتنی بڑی عبادت اور نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان آخرت کے اندر بہت سے اجر وثواب کو حاصل کر سکتا ہے۔

نیک اولاد ماں باپ کو نہیں بھولتی

اور نیک اولاد واقعی دنیا میں اس کام کو یاد رکھنے والی ہے کہ وہ اپنے والدین کو مرتے دم تک بھولتی نہیں، ہر سال ان کے لیے قربانی کرنا اور استطاعت ہو تو ان کے

لیے حج وعمرہ کرنا، رمضان شریف میں ان کے لیے صدقہ نکالنا، اور انہیں ثواب پہنچانے کی نیت سے افطار کرانا، کپڑے دینا، یہ نیک اولاد کا معمول ہوتا ہے، جو آج بھی ہم دیکھتے ہیں۔

نیک اولاد اور ایصالِ ثواب

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ انہوں نے اس دنیا سے جانے کے بعد قیامت آنے سے پہلے پہلے ایصال ثواب کا ایسا بہترین ذریعہ رکھا ہے کہ اگر کوئی دنیا سے خالی ہاتھ چلا بھی گیا ہو اور اس کے ساتھ زیادہ نیکیوں کا ذخیرہ نہ گیا ہو، لیکن اس نے اپنے پیچھے نیک اور صالح اولاد چھوڑی ہو اور نیک دوست واحباب اور نیک عزیز واقارب چھوڑے ہوں تو ان کی دعاؤں اور ایصالِ ثواب اور ان کے صدقہ وخیرات کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس کو عالم برزخ میں نعمتوں سے مالا مال فرمائیں گے اور اس میں نیک اولاد کو سب سے زیادہ دخل ہے، اور تو سب بھول جاتے ہیں لیکن عام طور پر نیک اولاد نہیں بھولتی، چاہے وہ خود بھی بوڑھی ہو جائے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے والد صاحب کا ایک جملہ

مجھے اپنے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات یاد آئی کہ جب حضرتؒ کی عمر ۸۲ سال تھی اور اس وقت حضرتؒ اکثر بیمار اور صاحبِ فراش رہتے تھے، اس وقت حضرتؒ سے یہ بات سنی، حضرتؒ فرماتے تھے کہ جب میرے والد صاحبؒ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک موقع پر والد صاحب نے مجھ سے میرا نام لے کر فرمایا کہ ''دیکھو! بھول تو سب ہی جایا کرتے ہیں تم ذرا جلدی مت بھولنا۔''

فرمایا کہ والد صاحبؒ کا یہ ارشاد ایسا دل پر نقش ہے کہ اب میری عمر تقریباً ۸۰ سال سے اوپر ہوگئی ہے لیکن مجھے اپنے والد صاحب کا یہ ارشاد ایسا یاد ہے جیسے ابھی فرمایا ہے۔

لہٰذا نیک اولاد اپنے ماں باپ کو یاد رکھتی ہے اور زندگی بھر ان کے لیے ایصالِ ثواب کرتی رہتی ہے، اور پھر یہی نیک اولاد آدمی کے لیے نجات کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے، بلکہ دوسری حدیث کی روشنی میں یہ نیک اولاد آدمی کے لیے صدقۂ جاریہ ہے، وہ اس طرح کہ ماں باپ تو دنیا سے چلے گئے لیکن وہ نیک اولاد چھوڑ گئے، اب یہ ان کے لیے ایصالِ ثواب کررہی ہے، اور ان کے آخرت کے ذخیرہ میں اضافہ کررہی ہے۔

ناقص بچہ بھی جنّت میں لے جائے گا

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی عورت کی ولادت کا وقت پورا ہونے سے پہلے ہی ناقص بچہ پیدا ہوجائے تو وہ بچہ بھی قیامت کے دن اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا ہوجائے گا جس وقت اس کے ماں باپ کے لیے جہنم میں جانے کا حکم ہوجائے گا، اور یہ بچہ کہے گا کہ یا اللہ! میرے ماں باپ کو تو آپ جہنم میں بھیجیں اور مجھے جنّت میں بھیجیں یہ نہیں ہوسکتا، کچھ بھی ہو میں تو انہیں جنّت میں لے کر جاؤں گا، اور وہ اَڑ جائے گا اور ضد کرے گا کہ میں بھی جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک ان کو آپ جنت میں نہیں بھیجیں گے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے مسلسل کہتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ پاک اس کی ضد پوری فرما کر ان کو بھی جنت میں بھیج دیں گے، چنانچہ وہ اپنے ساتھ ان کو بھی جنت میں لے جائے گا۔ اس سے اندازہ کریں کہ یہ

نکاح کتنی بڑی نعمت اور دولت ہے۔

نکاح کے ذریعے نصف دین کی حفاظت

اور اس نکاح کے ذریعہ آدمی کا آدھا دین محفوظ ہو جاتا ہے، باقی آدھے دین کی اگر آدمی حفاظت کرنا چاہے تو آسانی سے کر سکتا ہے، اس لیے کہ انسان سے جو گناہ سرزد ہوتے ہیں وہ یا تو انسان کی جنسی خواہش سے پیدا ہوتے ہیں یا اس کے علاوہ دوسری وجوہات سے پیدا ہوتے ہیں، انسان سے گناہوں کے صادر ہونے کے یہ دو سبب ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے نکاح کی نعمت عطا فرمادی اور دو مرد و عورت کو نکاح کے اندر جوڑ دیا تو اب اللہ پاک نے ایک حلال اور پاکیزہ تعلق ان کو عطا فرمادیا، جس کے ذریعے جنسی بے راہ روی کے جو گناہ ہوتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ کر دیا، اب وہ آسانی سے اپنی نظر کی بھی حفاظت کر سکتے ہیں، اور اپنی زبان، کان اور اپنے جسم کو بھی گناہوں سے بچا سکتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام سے بچا کر ایک حلال نعمت عطا فرمادی، اس لیے اب انہیں چاہیے کہ جنسی خواہش کے علاوہ دوسرے گناہوں سے بھی بچنے کی فکر کریں اور ان سے بچنا بھی کوئی مشکل نہیں۔ بہر حال نکاح ایک عظیم نعمت ہے، جس کے اندر اس کی استطاعت ہو اس کو ضرور یہ سنت ادا کرنی چاہیے، اور اس نیت سے ادا کرنی چاہیے کہ میں عفیف اور پاک دامنی کے ساتھ اپنی باقی زندگی گزاروں کہ میری نظر بھی پاک ہو، میری زبان اور میرا دل و دماغ بھی پاک ہو اور میرا جسم بھی پاک ہو۔

نکاح شریعت کے مطابق ہو

اور جب نکاح عبادت اور سنت ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی انجام دہی کے وقت

شریعت والا طریقہ اختیار کرنا چاہیے، جیسے نماز، زکوٰۃ، حج عبادتیں ہیں اوران سب کا ایک طریقہ ہے، اسی کے مطابق کریں گے تو یہ قابل قدر اور قابلِ قبول ہونگیں، تو جیسے ان تمام عبادتوں کو شرعی طریقہ سے کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں باعث قبول ہے ایسے ہی نکاح کے اندر بھی ہے۔

چنانچہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے خود نکاح کیا اور آپ ﷺ کے نکاح میں گیارہ بیویاں آئیں، حضرات خلفاء راشدین نے نکاح کیے، صحابہ وتابعین نے نکاح کیے اور آج تک علماء امت اور صلحاء امت نکاح کرتے آئے ہیں، تو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جس طرح نکاح کرنا ثابت ہے، اسی طرح اس کا طریقہ بھی ثابت ہے، اسی کے مطابق ہم مسلمانوں کو نکاح کرنا چاہیے۔

اوراس کا خلاصہ یہی ہے کہ سادگی کے ساتھ ہو، اختصار کے ساتھ ہو، اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہوئے ہونا چاہیے۔ اس موقع پر گناہوں کا ارتکاب بہت ہوتا ہے، جس طرح ہمارے اور کاموں میں بگاڑ آ گیا ہے، جس طرح اور طور طریقے ہمارے خراب اور بگڑ گئے ہیں، جس طرح ہماری نمازوں میں طرح طرح کی کوتاہیاں بھر گئی ہیں، حج اور زکوٰۃ میں طرح طرح کی کوتاہیاں اور خرابیاں اور خامیاں آ گئی ہیں، اسی طرح نکاح کے موقع پر بھی ایسی ایسی کوتاہیاں اور کمزوریاں اور ایسی ایسی خامیاں اور ایسے ایسے گناہ وجود میں آ گئے ہیں کہ ''الامان والحفیظ''

آج نکاح کی برکت اٹھ گئی

ان گناہوں نے اس نکاح کی عبادت کی خیر و برکت اڑا دی اور اس عظیم نعمت کو طرح طرح کے گناہوں سے ایسا آلودہ کر دیا کہ اس کی جو حقیقی مسرتیں ہیں اور حقیقی

خوشیاں اور فوائد اور حقیقی برکات وثمرات ہیں اس سے ہم محروم ہو گئے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس معاشرتی مسئلہ کو صحیح کرنے کی کوشش کریں۔

پہلا گناہ: تصویر کشی

﴿۱﴾......اس موقع پر جو ایک بہت خطرناک اور بہت ہی سنگین گناہ ہوتا ہے وہ تصویر کشی کا گناہ ہے۔ منگنی سے اس کا آغاز ہوتا ہے اور عام طور پر دعوتِ ولیمہ پر اس کا اختتام ہوتا ہے، ابتداء تا انتہاء ہر مرحلہ پر یہ گناہ کثرت سے ہوتا ہے، ہر مرحلہ پر جی بھر کر تصویر کھینچی جاتی ہے، باقاعدہ یادگار کے لیے اور البم بنانے کے لیے تصویریں کھینچی جاتی ہیں، اور بڑے فوٹو کھنچوا کر فریم کروا کے لگائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی ویڈیو بھی بنتی ہے۔ حالانکہ ہمارے دین اور ہماری شریعت کے اندر جاندار کی تصویر کھینچنا ناجائز اور گناہ ہے اور احادیث میں اس پر بڑی سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان اشد الناس عذاباً عندالله یوم القیامة المصورون"

قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

(بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة)

نکاح کے وقت ہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت ادا کر رہے ہیں، تمام پیغمبروں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو زندہ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس موقع پر ایسا کام بھی کر رہے ہیں جس پر سب سے زیادہ عذاب ہونے والا ہے۔

قرآنِ کریم میں سب سے زیادہ سخت عذاب ایک تو آل فرعون کے بارے میں آیا ہے کہ فرعون اور فرعون کے ماننے والوں کو سب سے زیادہ سخت عذاب ہوگا اور

ایک سب سے زیادہ سخت عذاب حدیث شریف میں تصویر بنانے والے کے لیے بیان ہوا ہے۔

جہنم میں سب سے ہلکا عذاب

اس خوفناک عذاب کا ایک مضمون حدیث شریف میں وارد ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: جہنم کا سب سے ہلکا عذاب یہ ہے کہ کسی شخص کو جہنم سے دو تپتی ہوئی چپلیں نکال کر پہنائی جائیں گی جس سے اس کے دماغ کا یہ عالم ہوگا جیسے پھک پھک ہنڈیا پک رہی ہوتی ہے، اور اس کے منہ کی تمام ڈاڑھیں سرخ انگارہ بنی ہوئی ہوں گی، اور آنتوں سے بھی لپٹیں نکل رہی ہوں گی، گویا وہ سر سے پیر تک آگ میں ہوگا، اور وہ اپنے ذہن میں سوچے گا کہ مجھے جہنم کا سب سے سخت عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ اس کو سب سے ہلکا عذاب ہو رہا ہوگا۔ جو سب سے ہلکے عذاب میں ہے اس کا یہ حال ہے تو تصویر بنانے والوں کے بارے میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوں گے، تو ان کا کیا حال ہوگا۔

اس خوشی کے موقع کو ہم نے جہنم میں داخل ہونے کا ذریعہ بنا دیا، اس تقریب کو جہنم کا ایندھن بنا کر رکھ دیا۔ منگنی کے موقع پر کتنی تصویریں کھینچی ہیں، پھر منگنی کے بعد مختلف موقعوں پر، خاص شادی والی رات کو، پھر دن کے اندر، پھر اس رات کو، پھر رخصتی کے موقع پر، پھر اس کے بعد ولیمہ کے موقع پر کتنے ہی جہنم کے انگارے اپنے اوپر برسائے اور ہم نے جتنی تصویریں کھینچی ہوں گی، ان میں سے ہر تصویر پر الگ الگ عذاب ہوگا۔

تصویروں کی تعداد کے برابر عذاب دینے والے

ایک روایت میں یہ مضمون ہے کہ جتنی تصویریں کسی نے کھینچی اور کھچوائی ہوں گی، قیامت کے دن ان تمام تصویروں کے مطابق ایک ایک آدمی اللہ تعالیٰ بنائیں گے، اور وہ سارے کے سارے مجسّم انسان اس تصویر بنانے والے کو جہنم کے اندر عذاب دیں گے، اس سے کتنی تکلیف ہوگی؟ مثلاً پانچ سو فوٹو کھچوائے ہیں تو جہنم میں پانچ سو انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو عذاب دیں گے۔ اب گھر جا کر دیکھ لیں کہ کس کس نے اپنی شادی کے البم بنا رکھے ہوئے ہیں اور اس میں جا کر تصویریں شمار کرلیں، اگر ایک سو ہیں تو عذاب دینے والے سو ہوں گے، دو سو ہیں تو دو سو، ہزار ہیں تو ہزار ہوں گے۔

تصویر پر ایک اور عذاب

اور ایک جگہ تو اللہ پاک نے اس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے کہ جتنی کسی نے تصویریں کھینچی ہوں گی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس تصویر بنانے والے کو اپنے سامنے بلائیں گے، اور فرمائیں گے کہ جب تم نے یہ تصویریں بنائی ہیں تو اس میں روح بھی ڈالو (جب تم نے آنکھ، کان، ناک، پیٹ کی تصویر کھینچ لی تو اس میں روح بھی ڈالو) اور وہ روح ڈال نہیں سکیں گے، لہٰذا اس کی وجہ سے ان کو سخت عذاب ہوگا۔

تصویر پر سنگین عذاب کی وجہ

اس گناہ کی سنگینی کی ایک خاص وجہ ہے، وہ یہ ہے کہ جیسے بڑائی اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

ولہ الکبریاء فی السمٰوات والأرض وھو العزیز الحکیم۔

''اور آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے بڑائی ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔''

لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی بڑے ہیں اور بڑائی لائق بھی انہیں کے ہے، ان کے سامنے اور ان کے مقابلہ میں کوئی بھی بڑا ہے ہی نہیں، لہٰذا اگر کوئی دنیا میں بڑا بننا چاہے گا اور تکبر اختیار کرنا چاہے گا تو بس سمجھ لو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی صفت کبریائی پر دست درازی کی ہے، چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ذلیل کریں گے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ (یہ جو چھوٹے چھوٹے کیڑے یا چیونٹیاں ہوتی ہیں) قیامت کے دن متکبران کیڑے مکوڑوں کے مانند ہوں گے اور لوگ ان کے اوپر آ جا رہے ہوں گے۔ دنیا میں انہوں نے اپنے آپ کو بڑائی کا تاج پہنا کر بڑا بننے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ کی صفت کبریائی میں دخل اندازی کی، اس کی سزا ان کو یہ ملے گی کہ آخرت میں اس طرح ان کو ذلیل کر دیا جائے گا۔

حقیقی مصوّر اللہ تعالیٰ ہیں

ایسے ہی تصویر بنانا، یہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، اور جو بندہ کسی جاندار کی تصویر بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت مصوّری میں دست درازی کرتا ہے اور اس صفت میں دخل اندازی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دیتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی بڑائی پر ہاتھ ڈالنا بڑا گناہ اور جرم ہے (اور اسی لیے تکبر حرام ہے) ایسے ہی مصوّر اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، کسی انسان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال نہیں کیا کہ وہ ان کی صفت کے اندر دخل دے، اگر کوئی شخص دخل دے گا تو اس پر یہ عذاب

شدید ہوگا۔

پہلے سے گناہ سے بچنا طے کرلیں

میرے عزیزو اور میرے بزرگو!

ہمیں چاہیے کہ جب یہ نکاح کی تقریب شروع ہو تو اس کے شروع ہونے سے بہت پہلے ہی لڑکے والے بھی اور لڑکی والے بھی آپس میں جس طرح دن اور تاریخ طے کرتے ہیں، وہاں اس بات کو بھی طے کرلیں کہ اس موقع پر اس گناہ سے مکمل پرہیز کریں گے۔ اس تقریب میں آپ کے بھی رشتہ دار شامل ہوں گے اور ہمارے بھی رشتہ دار ہوں گے اور وہ سب ہمارے پیچھے ہیں، اگر ہم آپس میں بیٹھ کر اس بات کو طے کرلیں گے کہ اس موقع پر کسی قسم کی کوئی تصویر کشی نہیں ہوگی، اور کسی مرحلہ پر بھی ہم اس گناہ کو نہیں کریں گے، اور پھر طے کرلینے کے بعد اپنے تمام احباب کو دونوں مطلع کردیں کہ اس موقع پر کسی قسم کی کوئی تصویر نہیں کھینچی جائے گی، اور ہم بھی اس سے اجتناب کریں گے اور آپ بھی اس سے اجتناب کریں، تو دیکھیں اس سے بچنا کتنا آسان ہوتا ہے اور کچھ بھی مشکل نہ ہوگی، ہم بچنا چاہیں تو نہایت آسانی سے بچ سکتے ہیں اور نہ بچنا چاہیں تو پھر بہانے ہی بہانے ہیں۔

تو ہی اگر نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

لیکن یاد رکھیں کہ یہ بہانے دنیا میں تصویر کشی کے لیے استعمال کرلیں گے لیکن قبر اور آخرت میں یہ بہانے نہیں چل سکتے، وہاں تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔

تصویر جلادی جائیں

اس لیے جس نے اپنی تصویریں شادی کی یا شادی کے علاوہ کی کھچوائی ہوئی ہیں

اور بعض جگہوں میں تو باقاعدہ گھروں میں باپ، دادا، پردادا وغیرہ کی تصویریں آویزاں ہوتی ہیں، ایسی تمام غیر ضروری، شوقیہ، یادگار کے طور پر کھچوائی ہوئی اور بنوائی ہوئی تصویروں کو جلا دینا چاہیے۔

ضرورت کے لیے تصویر کھچوانا

اور پاسپورٹ کے لیے، شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے چھوٹی تصاویر کی ضرورت ہوتی ہے ان کے کھچوانے کی گنجائش ہے، لیکن یہ تصویریں بھی بند کر کے رکھنی چاہئیں۔

نوٹ اور اشیاء پر تصاویر

اور ہمارے گھروں کے اندر ویسے بھی بہت سی چیزیں آتی ہیں جن پر تصویریں ہوتی ہیں تو ان کو بھی مٹانا چاہیے، اسی طرح نوٹ پر تصویر ہوتی ہے، تو یہ تو بند رکھنے کی چیز ہے، بند کرنے کے بعد اس کا حکم وہ نہیں رہتا جو آویزاں کرنے کا ہے، لہٰذا وہ بند کر دیں تو بند ہو گئیں۔

اخبارات، رسائل اور مصنوعات کی تصاویر

اسی طرح جو تصویریں اخبارات ورسائل میں ہوتی ہیں، یا دیگر مصنوعات پر ہوتی ہیں، تو اخبارات ورسائل کو بھی جلدی سے پڑھ کر لپیٹ کر رکھنا چاہیے تاکہ اس کی تصویریں بھی کھلی نہ رہیں، اور جو استعمال کی چیزوں کے اوپر ہوتی ہیں تو اس میں بھی ان کا منہ مٹا دینا چاہیے۔

تصویر سے رحمت کے فرشتے نہیں آتے

کیونکہ تصویر کی ایک نحوست یہ ہے کہ جس گھر میں تصویریں آویزاں ہونگی یا رکھی

ہوئی ہوں گی، اس گھر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے۔ اسی لیے ہمارے گھروں میں سکون نہیں، نکاح میں خیر و برکت نہیں اور وہ خوشی و مسرت نہیں جو نکاح کے اندر ہوا کرتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے نکاح کو کس قدر بگاڑ دیا ہے اور کس قدر برباد کر دیا ہے، اس کی خیر و برکت کا تو جنازہ ہی نکال دیا، اب اس میں وہ راحت و سکون اور خوشی و مسرت کہاں آئے گی اور ہمارے گھروں کے اندر دل کو اطمینان و قرار کیسے نصیب ہوگا؟ آج کل یہ گناہ بڑے وسیع پیمانے پر نکاح و دیگر پُرمسرت تقریبات کے موقع پر ہوتا ہے، ایسی تمام تقریبات پر ہمیں تصویر کشی سے بچنا چاہیے۔

دوسرا گناہ: گانا بجانا

﴿۲﴾ اور دوسرا گناہ جو اس موقع پر ہوتا ہے وہ گانا بجانے کا گناہ ہے۔ اس میں تین گناہ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں (۱) گانا گانا (۲) گانے باجے کے آلات کا استعمال کرنا (۳) ناچنا۔ اس موقع پر کہیں عورتیں، کہیں مرد، کہیں دونوں مل کر باقاعدہ ناچتے ہیں۔ اور یہ ناچنے کی تعلیم اسکول و کالج میں باقاعدہ دی جاتی ہے، اور جب ناچنے کی تعلیم حاصل کریں گے تو ناچیں گے، اور جب وہی لوگ شادی بیاہ کریں گے تو وہاں جو سیکھ لیا وہی وہاں دکھائیں گے، حالانکہ یہ ناچنا بھی بہت سخت گناہ ہے۔ ایسے ہی گانے بجانے کے آلات، ڈھولک، سارنگی، ڈھولک تو عام تقریبات اور نکاحوں کے اندر عام ہے۔ اور ان سب کو ملا کر کیا جائے تو تین گناہ ہوتے ہیں، اور یہ سب منگنی سے لے کر ولیمے تک چلتے ہیں۔ دیہات سے لے کر شہر تک چلے جاؤ ہر جگہ یہ تین گناہ ہوتے نظر آئیں گے۔ خاص طور پر جب نکاح کی

تقریب ہوتی ہے تو مردوں اور عورتوں میں گانا بجانا بہت ہوتا ہے، اور یہ گانا بجانا بھی ایسا ہی گناہ ہے جیسے تصویر کھینچنا گناہ ہے اور اس کے بارے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔

خوشی اور غمی کے موقع پر شریعت کا طریقہ

اور اس میں اصل بات یہ ہے کہ شیطان کسی وقت بھی اپنا کام کرنے سے نہیں چوکتا، اور ہم ایسے ہیں کہ ہر وقت تیار دشمن سے بالکل غافل رہتے ہیں۔ دو موقع ایسے ہیں جس کے اندر شیطان بہت زیادہ انسان کو بہکاتا ہے (۱) ایک خوشی کا موقع (۲) دوسرا غمی کا موقع، دونوں موقعوں پر انسان غافل اور بے اختیار ہو جاتا ہے۔ لیکن اسلام اور شریعت نے مسلمانوں کو دونوں موقعوں پر اہم عبادات انجام دینے کا حکم دیا ہے، خوشی کے موقع پر شکر کی تاکید کی ہے کہ جب تمہیں اللہ پاک نے نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو اس کا شکر بجالاؤ، اور اپنی اس نعمت کو دوام بخشو، اور اس میں ترقی کے چار چاند لگاؤ، الحمد للہ کہو، اور شکرانے کے نفل پڑھو اور دیگر عبادات میں لگو، اسی طرح نکاح کے موقع پر دیکھیں! اس میں خطبہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تجدید ایمان ہوتا ہے، کلمہ شہادت اس کے اندر ہوتا ہے، سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ پر سلام ہوتا ہے اور قرآن کریم کی تین آیتیں پڑھی جاتی ہیں، چند احادیث پڑھی جاتی ہیں، اس کے بعد ایجاب وقبول ہوتا ہے اور نکاح مکمل ہو جاتا ہے۔ دیکھیے! کیسا سادہ اور عمدہ اور پاکیزہ طریقہ ہے، اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ہی شکر بھرا ہوا ہے۔ اسی طرح عید بھی خوشی کا موقع ہے، شکرانے کے دو نفل عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں ادا کیے جاتے ہیں، اسی طرح جمعہ کا دن بھی ہفتہ واری عید کا دن ہے، اس کے اندر نماز جمعہ اور خطبہ

جمعہ ادا کیے جاتے ہیں، یہ سب خوشی کے موقع ہیں۔ اور ان سب میں شکر ہی کی تعلیم، تلقین اور تاکید ہے۔

شیطان اپنا حصّہ لگالیتا ہے

اور غم کے موقع پر صبر کا حکم دیا ہے اور صبر کا ثواب یہ بتایا ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ. (سورۂ زمر، آیت ۱۰)

''بیشک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔''

اگر غم کا موقع ہے تو صبر کرو، خوشی کا موقع ہے تو شکر کرو، صبر اور شکر ہی سے زندگی گزار دو، اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔ لیکن شیطان نے دیکھا کہ اگر انہوں نے شکر کیا تو ان کا نفع، صبر کیا تو ان کا نفع، ان کی تو نہ دنیا گئی نہ آخرت گئی، دونوں جگہوں میں یہ کامیاب ہو گئے۔ لہٰذا اس نے اپنا داؤ مار دیا، خوشی کے موقع پر گانے بجانے میں لگا دیا اور ایسے گناہوں میں لگا دیا کہ وہ سر سے لے کر پیر تک ناشکری ہی ناشکری اور نافرمانی ہی نافرمانی اور ناقدری ہی ناقدری ہے۔

ایسے ہی غمی کے موقع پر اس نے نوحہ کرنے اور گریبان پھاڑنے میں لگا دیا جو سراسر گناہ اور نافرمانی ہی نافرمانی ہے۔

دو آوازوں پر اللہ کی لعنت

حدیث شریف میں آتا ہے کہ دو آوازیں ایسی ہیں کہ جن پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے:

(۱)......ایک خوشی کے موقع پر گانے بجانے کی آواز۔

(۲)......اور دوسرے غمی کے موقع پر رونے دھونے اور نوحہ کرنے کی آواز،

رو رو کر بین کر کے رونے کی آواز۔

ان دونوں آوازوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ پھر اگر نکاح کے موقع پر آ کر گانے بجائے جائیں اور ڈھولک و سارنگی بجائی جائے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی لعنت ہی وہاں آئے گی، پھر اس میں خیر و برکت کیسے آئے گی۔ ہمارے یہاں شیطان نے ایسا بیج بو دیا کہ جو موقع تھا شکر کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگنے کا، اُس نے اس سے ہٹا کر گانے باجے میں لگا دیا۔

بانسری کی آواز سن کر کان بند کر لینا

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سواری پر جا رہا تھا کہ یکایک انہوں نے دونوں انگلیاں اپنے کانوں کے اندر ٹھونس لیں، اور وہیں سے اپنی سواری کو موڑ لیا تاکہ آگے جانے سے کانوں میں مزید آواز نہ پڑے، حضرت نے پوچھا نافع بتاؤ! اب آواز تو نہیں آ رہی؟ میں نے کہا کہ ابھی تو کچھ کچھ آ رہی ہے، پھر کچھ اور چل کر دوسری طرف چلے اور پوچھا کہ اب تو نہیں آ رہی؟ میں نے کہا کہ نہیں حضرت! اب آواز بند ہو گئی ہے، پھر آپ نے اپنے کانوں سے انگلیاں نکالیں اور فرمایا کہ میں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بانسری والے کی آواز سن کر اپنے کانوں میں اسی طرح انگلیاں دے لی تھیں جس طرح میں نے دی تھیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بانسری کی آواز سن کر اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے شیدائی تھے اور

صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ سنتوں پر عمل کرنے میں مشہور تھے اور آپ ﷺ کی ایک ایک سنت پر قربان تھے، اسی لیے اس موقع پر انہوں نے بھی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے کانوں میں انگلیاں دے یں اور بانسری کی آواز سن کر اپنے کانوں کو انگلیوں سے بند کرلیا۔

دوسری طرف ہمارا طرزِ عمل

اور آج ہم لوگ اپنی شادی بیاہ کے اندر ڈھولک، سارنگی، گانا بجانا، اتنی تیزی کے ساتھ چلاتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ اہلِ مجلس اور شادی والے سنیں بلکہ پورے محلّے والے سنیں، اور اگر کوئی برابر والے ہال میں ہے تو ان تک بھی وہ آواز پہنچے، اور اگر گاؤں میں شادی ہوجائے تو سارے گاؤں والے سنیں۔

حضور ﷺ اور ان کے صحابیؓ کا تو یہ عمل ہے کہ بانسری کی آواز سن کر اپنے کانوں کو بند کررہے ہیں اور ہمارا یہ عمل ہے، وہ اس سے بچنے کا اہتمام کررہے ہیں اور ہم اس کو کرنے کا اہتمام کررہے ہیں، جس طرح کھانے پینے اور بیٹھنے کا انتظام کیا جاتا ہے اسی طرح باقاعدہ گانے بجانے کا انتظام کیا جاتا ہے اور تصویر کشی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان کتنا زمین وآسمان کا فرق ہے۔

مجھے آلاتِ موسیقی ختم کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے

جبکہ تین حدیثوں کے اندر ایک مشترکہ بات صاف واضح طور پر موجود ہے، اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ پاک نے دنیا میں اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں گانے بجانے کے آلات اور بانسریوں کو مٹاؤں۔ یعنی آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف

لانے کے جہاں اور بہت سے فرائض ہیں مثلاً لوگوں کو توحید کی دعوت دینا، کفر وشرک سے بچنے کی تلقین کرنا، کتاب وحکمت کی تعلیم دینا، وہاں آپ ﷺ یہ بھی فرمارہے ہیں کہ میں دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہوں تا کہ بانسریاں اور موسیقی کے آلات کو دنیا سے مٹادوں اور ختم کردوں، اللہ کے نبی تو دنیا میں ان چیزوں کو مٹانے کے لیے آئے ہیں، اور آپ ﷺ کے امّتی اس کا انتظام واہتمام کریں، کتنی خطرناک بات ہے۔

بلا قصد آواز کا کان میں پڑنا

البتہ ایک بات درمیان میں سمجھ لینی چاہیے کہ الحمدللہ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو گانے بجانے سے پرہیز کرتے ہیں، لیکن معاشرہ اس کی لپیٹ میں ہے، اور جہاں وہ رہتے ہیں وہاں گردوپیش کے اندر کہیں گھروں کے اندر سے آواز آرہی ہے، کہیں دکانوں سے اور کہیں کسی تقریب سے آواز آرہی ہے، تو اس کا حکم یہ ہے کہ جو آواز خود بخود آئے اور کان میں پڑ جائے تو آدمی اس سے گناہ گار نہیں ہوتا، قصداً سننے کی وجہ سے گناہ گار ہوتا ہے، یعنی اگر اپنے قصد واختیار سے گانا چلائے، ڈھولک بجائے، یا خدانخواستہ ناچے، یا ایسی محفل میں جائے اور وہاں جاکر بیٹھے، یا خود اپنے گھر کے اندر ریڈیو، ٹی وی پر ناچ گانا سنے سنائے، یا دیکھے، یا خود گائے تو وہ گناہ گار ہوتا ہے، اور اگر وہ خود تو بچتا ہے، لیکن بازاروں میں اور دکانوں میں لوگ گانے چلاتے ہیں، یا اسی طریقہ سے گاڑی میں یا بس میں یا ویگن میں سوار ہے اور اس گاڑی والے نے گانے چلا رکھے ہیں، اور اب یہ منع کرتا ہے لیکن وہ باز نہیں آتا اور بعض دفعہ تو اس کی ہمّت بھی منع کرنے کی نہیں ہوتی اور سننا بھی نہیں چاہتا، تو ان سب صورتوں میں بلا ارادہ اور بلا قصد اگر کان میں آواز پڑے تو آدمی گناہ گار نہیں ہوتا، اور اگر اس

موقع پر بھی آدمی اپنا ذہن اور اپنا دل اس سے ہٹا کر رکھے تو یہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہتر ہے اور وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

گناہ کی تقریب میں شرکت نہ کریں

لہٰذا جس تقریب کے بارے میں پہلے سے معلوم ہو کہ وہاں تصویر کشی اور گانا بجانا ہوگا تو پھر اپنے اختیار سے وہاں نہیں جانا چاہیے، اور اگر ان سے کوئی خصوصی تعلق ہے تو آدمی ایک دن پہلے یا ایک دن بعد جا کر شادی کی مبارکباد دے سکتا ہے اور اگر کوئی تحفہ دینا چاہے تو تحفہ دے سکتا ہے، لیکن اس گناہ کی موجودگی میں وہاں جانے سے بچنا چاہیے اور پرہیز کرنا چاہیے۔

گانا سننے پر سخت وعید

ایک حدیث میں بڑی ہی خوفناک اور ہولناک وعید آئی ہے کہ جو شخص دنیا کے اندر گانا گائے گا یا سنے گا تو قیامت کے دن جہنم کی آگ میں سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں ڈالا جائے گا۔

سیسہ ویسے ہی معمولی آگ سے پگھل جاتا ہے اس کو جہنم کی آگ میں کھولا جائے گا، جب وہ کھولے گا اور خوب گرم ہو کر پگھلنے لگے گا تو پھر وہ ان لوگوں کے کانوں میں ڈالا جائے گا جو دنیا میں گانا سنتے تھے، اور جو سارنگی کا شوق رکھتے تھے، ہارمونیم سنا کرتے تھے، ڈسکو کے عاشق تھے، ان کے کانوں میں یہ پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ اب اس میں ذرا سوچیں کہ دنیا کی یہ شادی اور خوشی کتنے دن کی ہے، اور اب تو چند دن کی بھی نہ رہی چند گھنٹوں کی رہ گئی اور وہ بھی خشک رہ گئی، اس موقع پر اگر آدمی اتنے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرے تو پھر کیا ہے، یہ وقت گزر جائے گا

اور گناہ نامہ اعمال میں درج ہو جائے گا، اور خدانخواستہ توبہ بھی نہ کی تو پھر آگے کیا ہوسکتا ہے، یہ ہم خود سوچ لیں۔ اس لیے مسلمان خواتین وحضرات سب کومل کر سوچنا چاہیے۔

صورت مسخ ہونے کا عذاب

اور ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قریب آئے گی تو میری امت میں سے کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ ہو کر خنزیروں اور بندروں کی شکل میں تبدیل ہو جائیں گی۔ صحابہ کرامؓ نے سن کر عرض کیا کہ کیا وہ لوگ مسلمان نہیں ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ اس بات کی گواہی دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیں گے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اور وہ نماز پڑھیں گے، یعنی مسلمان ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ حضور ﷺ! پھر ان کے ساتھ اتنا خوفناک معاملہ کیوں ہوگا کہ ان شکلیں سوروں اور بندروں میں تبدیل ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ باجے اور گانے والی عورتوں کے عادی اور عاشق ہو جائیں گے، اور شراب نوشی کرنے لگیں گے، اور ایک رات پھر اسی طرح کھیل کود اور تماشے میں مشغول ہوں گے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے ان کی صورتیں مسخ ہو جائیں گی۔

ہم لوگوں کی حالت

اب آپ دیکھیں کہ حضور ﷺ یہ عذاب اس امت کے ان لوگوں کا بیان فرما رہے ہیں جو گانے بجانے کی عادت، اس کا شغل اور اسے پسند کرنے والے ہیں اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ مسلمان ہوں گے۔ چنانچہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے

ہیں کہ وہ حج وعمرہ بھی کرتے ہیں، رمضان شریف میں روزے بھی رکھتے ہیں، زکوٰۃ بھی دیتے ہیں، اور ساتھ میں ان کے گھروں کے اندر ٹی وی بھی چلتا ہے، کھانا پینا، سونا جاگنا سب گانے کی آواز میں ہوتا ہے، ان کی شادی بیاہ ناچ گانوں اور آلاتِ موسیقی سے پُر اور بھری ہوئی ہوتی ہے، بارات آرہی ہے تو باجے تماشے کے ساتھ آرہی ہے، ہال جارہی ہے تو باجے تماشے کے ساتھ جارہی ہے، اور جب تک یہاں تقریب ہورہی ہے گانا چلتا رہتا ہے۔

بنی اسرائیل کی نافرمانی

اپنی امت کے لیے خوفناک اور ہولناک عذاب کی آپ خبر دے رہے ہیں اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ عذاب وہ ہے جو بنی اسرائیل کے اوپر آیا تھا، بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کا دن صرف عبادت کے لیے مقرر کردیا تھا، اور یہ ان بنی اسرائیل کے لیے تھا جو کہ سمندروں کے کنارے رہتے تھے اور ان کا گزر بسر دریا کی مچھلی پر تھا، ان کو حکم یہ تھا کہ ہفتہ کے دن تم لوگ عبادت میں لگو اور کوئی شخص مچھلی کا شکار نہ کرے، اور جب ہفتہ کا دن گزر جائے پھر شکار کرو، چھ دن اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر کردیئے اور ایک دن اپنے لیے مقرر کردیا، لیکن وہ ہفتہ کے دن بھی شکار کرنے لگے، جس کا طریقہ انہوں نے یہ اختیار کیا کہ جب ہفتہ کی شب شروع ہوتی تو وہ دریا پر جاکر وہاں سے لمبی لمبی نالیاں نکال لیتے اور دور لے جاکر ایک گہرا گڑھا بنادیتے اور آجاتے، جب ہفتہ کی شب شروع ہوتی تو دریا کے پانی کے ساتھ مچھلیاں نالیوں کے ذریعہ سے ہوتی ہوئیں گڑھوں میں آجاتیں جو تالاب کی شکل اختیار کرلیتے، اور جوں ہی ہفتہ کا دن گزرتا اور اتوار کی شب شروع ہوتی تو یہ لوگ آکر ان نالیوں کا جو دھانہ

دریا کے کنارے پر ہے وہاں مٹی ڈال دیتے، مٹی ڈالتے ہی دروازہ بند اور سب کی سب مچھلیاں تالاب میں جمع ہو جاتیں، یہ انہوں نے حیلہ اختیار کیا۔ ان کے جو پیغمبر تھے انہوں نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ دیکھو یہ سب تم حیلہ کر رہے ہو، اس دن تمہیں شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ جو طریقہ تم نے اختیار کیا ہوا ہے یہ طریقہ بھی ممنوع ہے، اس سے بھی پرہیز کرو۔ لیکن وہ باز نہیں آئے، جب وہ باز نہیں آئے تو ان کے اندر تین قسم کی جماعتیں پیدا ہوگئیں (۱) ایک تو وہ تھی جو بالکل خاموش تھی، نہ ان کو منع کرتی نہ ان کی تائید کرتی (۲) دوسری جماعت وہ تھی جو ان کو منع کرتی کہ تم غلط اور ناجائز کام کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا اور تم اس میں مبتلاء ہو جاؤ گے، اس سے باز آ جاؤ۔ (۳) اور تیسری وہ جو شکار کھیلتی تھی۔

اب جو لوگ شکار کھیلنے والوں کو منع کرتے تھے، انہوں نے اپنے اور شکار کھیلنے والوں کے درمیان ایک دیوار بنالی اور اس میں چھوٹے چھوٹے دروازے بنالیے، اس لیے کہ خاندان اور برادری ایک ہونے کی وجہ سے دونوں جانب ایک دوسرے کے عزیز و اقارب رہتے تھے، اور دن میں تو ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے اور ملتے جلتے تھے، لیکن جب رات ہوتی تو جو لوگ شکار سے بچنے والے تھے وہ اپنی طرف سے تمام دروازے بند کرلیا کرتے تھے، تاکہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے کسی طریقہ کا ان پر عذاب آئے تو وہ اُدھر ہی رہے، اِدھر نہ آئے اور ہم پر بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب آ سکتا ہے، اس لیے انہوں نے راستے بند کرنے کا اہتمام کیا۔

نافرمانی کرنے والے بندر بنا دیئے گئے

ایک دن ایسا ہوا کہ مچھلی کا شکار کرنے والے رات کو مل ملا کر اپنے اپنے گھروں

میں چلے گئے، اور انہوں نے اپنی طرف سے سب دروازے بند کر لیے، سویرے جب اٹھے تو دیکھا کہ برابر والی آبادی میں بالکل سناٹا ہے، نہ کوئی رونق ہے اور نہ ہی کوئی شور شرابہ ہے، اور نہ کوئی کنڈی کھول رہا ہے، نہ کوئی آ رہا ہے اور نہ کوئی جا رہا ہے، تو انہوں نے خود ہی کنڈیاں کھولیں اور کھول کر اس طرف گئے تو دیکھا کہ گلیاں اور راستے بھی سب سنسان پڑے ہیں، کہیں کوئی شخص نظر نہیں آ رہا، بڑے حیران ہوئے کہ ایک دم سارے کے سارے کہاں چلے گئے، اب چونکہ گھروں کے اندر سب ان کے رشتہ دار ہی تھے، کسی کا بھائی تھا، کسی کا باپ تھا، کسی کی ماں تھی، لہٰذا اب وہ گھروں کے اندر داخل ہو گئے تو گھروں کے اندر کہیں کوئی انسان نظر نہ آیا، بلکہ انسانوں کے بجائے وہاں خنزیر اور بندر تھے، ان لوگوں میں جتنے بوڑھے تھے وہ خنزیر کی شکل میں تبدیل ہو گئے، اور جو جوان تھے وہ سارے کے سارے بندروں کی شکل میں تبدیل ہو گئے، اسی طرح بوڑھی عورتیں مادہ خنزیر کی شکل میں تبدیل ہو گئیں اور جو لڑکیاں تھیں وہ بندریوں کی شکل میں تبدیل ہو گئیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو آ پکڑا۔

تین دن کے بعد مر گئے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہو جاؤ تم سب ہی بندر، چنانچہ سب کے سب بندر بن گئے، تین دن تک وہ سب زندہ رہے، پہلے دن ان کے چہرے بالکل سرخ ہو گئے پھر دوسرے دن زرد ہو گئے، آخری دن سب کے چہرے کالے اور سیاہ پڑ گئے، پھر سب کے سب مر کر ختم ہو گئے۔

موجودہ بندر بنی اسرائیل کی نسل نہیں

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ موجودہ بندروں اور خنزیروں کی جو نسل ہے یہ ان کی نسل ہے، حالانکہ یہ بات غلط ہے، یہ ان کی نسل نہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلاء ہونے کے بعد ختم ہوگئے تھے اور باقی ہی نہیں بچے، جبکہ یہ سور اور بندر تو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چلے آرہے ہیں اور قیامت تک چلتے رہیں گے، یہ الگ نسل ہے، یہ جانور ہیں، وہ انسان سے جانور بنے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے خنزیر اور بندروں میں تبدیل ہوئے تھے، اور تین دن کے بعد سارے کے سارے مرگئے تھے۔

قربِ قیامت میں بعض مسلمان بندر بن جائیں گے

اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ جب قیامت قریب ہوگی تو میری امّت میں سے بعض لوگوں کی صورتیں مسخ ہوکر بندر اور خنزیر میں تبدیل ہوجائیں گی، حالانکہ وہ مسلمان ہوں گے، نماز پڑھتے ہوں گے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ گانوں اور باجوں کے رسیا ہوں گے، گھروں میں بھی ان کے گانے ہوں گے، شادی بیاہوں میں ان کے گانے باجے ہوں گے، اور شراب نوشی کے بھی عادی ہوجائیں گے۔

شراب نوشی کا گناہ

گانے بجانے کے بعد اگلا قدم شراب نوشی کا ہی آتا ہے، اور دنیا کے اندر عیاشی کا یہی طریقہ ہے کہ ناچ گانا ہو اور شراب نوشی ہو ؎

آ تجھ کو بتاؤں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر وسنا اوّل طاؤس و رباب آخر

اور جو قوم عیاشی میں مبتلاء ہو جاتی ہے، وہ خنزیر اور بندر بننے کے قابل ہی رہتی ہے۔ اب آپ دیکھ لیجیے کہ شادی بیاہ کے موقع پر کیسا خوفناک اور خطرناک گناہ ہو رہا ہے، اور ہمیں پتہ بھی نہیں کہ ہم کیسا خطرناک کام کر رہے ہیں، اس لیے سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟

جو چیز سرکارِ دو عالم ﷺ کی سنّت ہے اور ساری انبیاء علیہم السلام کی سنّت ہے، عبادت ہے اور باعث اجر و ثواب اور باعث خیر و برکت ہے، دنیا و آخرت کے اندر اس کا بڑا ثواب ہے، اس کے واسطہ سے انسان کو نیک اولاد جیسی نعمت جو کہ بہترین صدقہ جاریہ ہے حاصل ہوتی ہے، اور ہم اس کو گانے بجانے سے آلودہ کر کے تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

علماء کرام نے حدیث شریف کی شرح میں یہ فرمایا ہے کہ آخر یہ سور اور بندر کیسے بنیں گے؟ اور یہ سور اور بندر ان کو حقیقتاً کہا ہے یا مجازاً کہا ہے؟ بعض علماء کرام تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ سچ مچ سور اور بندر بن جائیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی، ان بڑی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی یہ ہوگی کہ صورتیں مسخ ہو جائیں گی۔

گانے سے دو بری عادتیں پیدا ہونا

اور بعض حضرت نے یہ کہا ہے کہ اس سے مجازی معنی مراد ہیں کہ ظاہر میں تو شکلیں نہیں بدلیں گی، لیکن جو لوگ گانا گانے اور ڈھول سارنگی کے عاشق ہوں گے، ان کے اندر دو خبیث اور بری خصلتیں پیدا ہو جائیں گی۔

ایک ان کے اندر بے شرمی اور بے حیائی کی صفت پیدا ہو جائے گی، اور دوسرے

ان کے اندر نقالی کی صفت پیدا ہو جائے گی۔ بے حیائی اور بے شرمی کا اصل مالک خنزیر ہے، اس لیے کہ جانوروں میں سب سے زیادہ بے شرم و بے حیا جانور خنزیر اور سور کہلاتا ہے، اور جانوروں میں سب سے بہتر نقالی کا ماہر بندر ہے۔

اب جو لوگ گانا گانے اور ناچنے اور آلات موسیقی کا معمول بنالیں گے اور ان کے عادی بن جائیں گے، ان کے اندر یہ دو بداخلاقیاں پیدا ہو جائیں گی، ان کے اندر بے حیائی کوٹ کوٹ کر بھر جائے گی، بے شرمی ان کے سر کا تاج بن جائے گی، نقالی کا وہ نمونہ بن جائیں گے۔ اور یہ چیز ہمیں ہمارے معاشرے میں اپنی آنکھوں سے نظر آتی ہے کہ جن کی نسلوں میں اور جن کے گھروں میں ناچ گانا عام ہے، ان میں حیاو شرم کہاں ہوتی ہے۔ حیاء و شرم کے نکل جانے کی وجہ سے تو یہ کام ہو رہا ہے، ان کی شرم وحیاء کا تو جنازہ ہی نکل چکا، شرم وحیا رکھنے والے انسان کہاں اس کو گوارہ کرتے ہیں، اگر ذرا بھی کسی کے اندر شرم وحیاء ہو وہ کیسے ناچ سکتے ہیں؟ کیسے گانا گا سکتے ہیں اور ڈھولک سارنگی اور ہارمونیم بجا سکتے ہیں؟ جو لوگ اس کے عادی ہو جاتے ہیں تو دوسرے معنی میں یہ سمجھ لیجیے کہ وہ خنزیر کی شکل کے مالک بن گئے، خنزیر کے اندر جو بے حیائی پائی جاتی ہے وہ بے حیائی ان کے اندر بھی آ جاتی ہے۔

نقّالی اور فیشن پرستی پیدا ہونا

اور جو لوگ ٹی وی، وی سی آر، اور گانے باجے کے عادی ہوتے ہیں، ان کے ہاں تو روزمرہ نقل ہی نقل فیشن ہی فیشن ہوتا ہے، وہ تو فیشن کے غلام ہیں، جیسا فیشن آ گیا ویسا ہی کرنا ہے اور ویسے ہی چلنا ہے، چاہے گھر میں کھانے پینے کو نہ ہو، لیکن انہوں نے تو ویسا ہی لباس پہننا ہے اور ویسی ہی شکل اور وضع بنانی ہے، جو نمونہ دیکھ

لیں تو پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، ان کے لباس میں کوئی وقار نہیں، کوئی ٹھہراؤ نہیں، کوئی اعتدال نہیں، ان کے اٹھنے بیٹھنے میں کوئی شرم وحیاء نہیں۔ یہ اگر مجازی معنی مراد لے لیں تو یہ بات آج ہمیں اپنے معاشرے میں نظر آتی ہے۔

اس بات کی طرف ہم خصوصی طور پر توجہ دیں، اپنی عام زندگی میں بھی اس نحوست کو اپنے گھروں سے نکالیں اور اس گناہ عظیم سے اپنے آپ کو بچائیں، اپنے بچوں کو بچائیں، اپنی تقریبات کو بچائیں۔

ان گناہوں سے بچنے کے دو راستے

اور اس گناہ سے بچنے کے دو طریقے ہیں:

﴿۱﴾...... پہلا طریقہ جو ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے تھے جو بڑا حکیمانہ طریقہ ہے، وہ یہ ہے کہ جو گناہ اجتماعی شکل اختیار کر جائیں ان سے بچنے کا بھی اجتماعی طریقہ اختیار کرنا چاہیے، اگر اجتماعی طریقہ اختیار کیا جائے گا تو بہت ہی سہولت اور آسانی سے بچاؤ ہو جائے گا، جیسے کوئی تقریب ہوتی ہے اور اس میں تصویر کشی اور ناچ گانا ہوتا ہے اور پوری برادری اسے کر رہی ہے، تو اب برادری کے بڑے بڑے حضرات جن کا اثر ورسوخ برادری پر ہوتا ہے، وہ سب اکٹھے ہو کر آپس میں بیٹھ جائیں، اور آپس میں اس بات کا فیصلہ کرلیں کہ ہماری برادری اور خاندان میں کوئی تقریب تصویر کشی کے ساتھ نہیں ہوگی، گانے باجے کے ساتھ نہیں ہوگی، اور اس بات کو مکمل طور پر طے کرلیں۔ جب برادری کی سطح پر یہ مسئلہ طے ہو جائے گا تو ایک منٹ میں سب گناہ ختم ہو جائیں گے، پھر امیر غریب سب کے لیے بچنا آسان ہو جائے گا

کہ بڑوں نے طے کر دیا ہے، شادی بیاہ کی خوشی اور غمی کی ساری رسومات اور بدعات اور تمام ناجائز اور خلاف شرع کاموں کو چھوڑنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ اگر تمام برادری والے اپنی اپنی سطح پر یہ فیصلہ کرلیں تو بہت جلد یہ خرابیاں دور ہوسکتی ہیں۔

دوسرا طریقہ شرکت سے معذرت

﴿۲﴾......دوسرا طریقہ انفرادی ہے، کہ اگر برادری کی سطح پر یہ فیصلہ نہ ہو تو نہ صحیح، ہم تو الگ الگ صاحب ایمان ہیں، اور الگ الگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں، جب الگ الگ ایمان لائے ہیں تو الگ الگ جواب دہ ہیں، جب ہر ایک نے الگ الگ جواب دینا ہے تو ہر آدمی اپنی ذمہ داری پوری کرے، اور جس تقریب میں بھی وہ جانا چاہے تو پہلے ہی سے معلوم کرلے کہ وہاں کیا ہوگا؟ اور پہلے ہی سے یہ ذہن بنالے کہ اگر پہلے معلوم نہ ہوا کہ وہاں کیا ہوگا اور وہاں جا کر پتہ چلا تو میں واپس آجاؤں گا۔ جب کارڈ آئے تو کارڈ لانے والے سے معلوم کرلیں یا ٹیلیفون نمبر اس پر ہوگا، فیکس نمبر ہوگا اس سے معلوم کرلیں کہ بھائی شادی ہو رہی ہے اس میں کیا کیا ہوگا؟ اگر وہ کہے کہ اس میں سب کچھ ہوگا، تو کہہ دیں کہ میں آپ کو اس تقریب کی ٹیلی فون پر مبارکباد دیتا ہوں، لیکن میں حاضری سے معذرت چاہتا ہوں۔

اور اگر خدانخواستہ انہوں نے دھوکہ سے کام لے لیا اور کہہ دیا کہ کچھ نہیں ہوگا، آپ بالکل آئیں اور ضرور آئیں، اور وہاں سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر آپ وہاں سے واپس آجائیں۔ اور یہ بچنا ہر مرد و عورت کے ذمہ ضروری ہے، وہاں جا کر بھی اُلّو نہ بنیں کہ آپ تصویر سے بچنے کے لیے اور گانے سے بچنے کے لیے چھپ کر بیٹھے رہیں، یہ کوئی تقریب میں شرکت کرنا ہے، یہ تو اس طریقہ سے اُلّو بننا ہے، یہ تقریب کوئی

واجب نہیں بلکہ جس تقریب میں یہ خرافات ہو رہی ہوں تو ایسی تقریب میں شریک ہونا درست بھی نہیں ہے۔ اور میں نے جیسے عرض کیا کہ کوئی قریبی رشتہ دار ہے، اس کو مبارکباد دینی ہے، تحفہ دینا ہے، تو وہ آگے پیچھے بھی ہو سکتا ہے، لیکن خود بھی اس سے بچیں اور اپنے بچوں کو بھی اس سے بچائیں، اور اگر پہلا طریقہ اختیار کریں تو سب کے لیے بچنا آسان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہماری تقریبوں کو ان دونوں گناہوں سے بھی اور دوسرے گناہوں سے بھی محفوظ فرمائیں۔ آمین

اور اگر کسی کے ماں باپ تصویر کشی کی اجازت دیں، گانے بجانے کی اجازت دیں، تو ان کی اجازت دینے کا کوئی اعتبار نہیں، اور ان کی اجازت سے اولاد کے لیے ان کاموں کو کرنا جائز نہیں، کیونکہ ماں باپ کی اطاعت جائز امور کے اندر ہے، حرام اور ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت نہیں ہے۔

تیسرا گناہ: مخلوط اجتماع

﴿۳﴾...... اور تیسرا گناہ جو عام طور پر شادی بیاہ کے موقع پر دیکھا جاتا ہے کہ ان تقریبات کے اندر مخلوط اجتماع ہوتا ہے، مرد و عورت جو ایک دوسرے کے حق میں نامحرم اور اجنبی ہوتے ہیں وہ سب ایک ہی جگہ پر اکٹھے اور جمع ہو جاتے ہیں، آمنے سامنے دائیں بائیں بے پردہ عورتیں ہوتی ہیں اور ان کے سامنے نامحرم مرد ہوتے ہیں اور یہ سب اس نکاح کی تقریب میں ایک ہی جگہ پر جمع اور اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک عام رواج ہوتا جا رہا ہے، بلکہ منگنی سے لے کر ولیمہ تک جہاں بھی خواتین و حضرات کا اجتماع ہوتا ہے وہ مخلوط اجتماع ہوتا ہے، دونوں مکس ہوتے ہیں، کہیں تو آنا جانا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا بالکل ہی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے اور کہیں بس اتنا

اہتمام ہوتا ہے کہ ایک لان یا ایک ہی ہال ہے، ہال کی ایک جانب خواتین بیٹھی ہیں اور دوسرے حصہ میں مرد حضرات بیٹھے ہیں، اور عورتوں والے حصّے میں مردوں کا آنا جانا بالکل کھلّم کھلاّ اور اعلانیہ ہے، یہ بھی مخلوط اجتماع کہلاتا ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کا اس قدر بے حجابانہ اختلاط اور اجتماع ہمارے دین کے اندر گناہ ہی گناہ ہے جس سے بچنا مردوں کو بھی ضروری ہے اور عورتوں کو بھی ضروری ہے۔

نامحرم سے پردہ کرنا ضروری ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں قرآنِ کریم کے اندر اور چالیس سے زیادہ احادیث کے اندر عورتوں پر نامحرم مردوں کے سامنے جانے یا ان کے پاس سے نکلنے کے لیے پردے کو فرض قرار دیا ہے، کسی نامحرم عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ بے پردہ ہو کر کسی نامحرم مرد کے سامنے آجائے شریعت نے اس کو جائز قرار نہیں دیا، ناجائز قرار دیا ہے، گناہ قرار دیا ہے۔

اور حکم یہ ہے کہ عورت پردہ کرکے آئے، جب بھی عورت گھر سے باہر نکلے، چاہے بازار جائے، چاہے اپنی کسی رشتہ دار کے ہاں جائے اور چاہے کسی تقریب میں شرکت کے لیے جائے، ہر حالت میں اس کو شرعی پردہ اختیار کرنا ضروری ہے، سر سے پیر تک اپنے آپ کو اس طرح چھپائے کہ اس کے جسم کا کوئی حصّہ نظر نہ آئے اور نہ جھلک آئے۔ راستہ دیکھنے کے لیے ایک آنکھ کھولنے کی اجازت ہے، اور اگر جالی ہو تو دونوں آنکھوں سے بھی راستہ دیکھا جاسکتا ہے اور رنگین چشمہ بھی لگایا جاسکتا ہے، تو آنکھیں کھولنے کی اجازت راستہ دیکھنے کی ضرورت کی وجہ سے ہے، اگر بغیر آنکھیں کھولے راستہ نظر آسکتا ہو جیسے میں نے عرض کیا چشمہ لگائے یا برقع کے اندر جالی

بنا لے، یا موٹے کپڑے کی نقاب ہو اور آنکھوں کے آگے باریک کپڑا ہو، تو آنکھوں کو چھپا کر پھر وہ سامنے آسکتی ہے اور سامنے سے گزر سکتی ہے اور کسی تقریب میں جا سکتی ہے۔ اس میں مردوں سے زیادہ عورتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جب گھر سے باہر نکلیں تو سر سے پیر تک اپنے آپ کو کسی بڑی چادر کے اندر اس طرح چھپالیں کہ ان کا جسم بالکل پوشیدہ اور مستور ہو جائے، نہ ان کے کپڑے نظر آئیں، نہ ان کا زیور نظر آئے اور نہ ہی ان کے ہاتھ اور چہرہ نظر آئے، سب پوشیدہ ہوں۔

بے پردہ باہر نکلنا

لیکن اس طریقہ سے گھر سے باہر نکلنا اور کہیں جانا کہ نہ برقع ہے نہ چادر ہے نہ دوپٹہ ہے، بالکل بے حجابانہ طریقہ سے نکلنا کہ سر بھی کھلا ہو، گردن بھی کھلی ہو، بازو اور سینہ بھی کھلے ہوں، پیٹھ اور پیٹ بھی کھلے ہوں، اسی طریقہ سے خاص طور پر آراستہ پیراستہ ہو کر شادی بیاہ کی تقریبات میں جانا سراسر گناہ ہے اور بڑے ہی عذاب اور وبال کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھیں۔

ایک حدیث میں عبرتناک واقعہ

ایک حدیث میں ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، یہ دونوں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم دونوں ملنے کے لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، ہم نے جا کر دیکھا کہ نبیٔ اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زار و قطار رو رہے ہیں اور آج تک کبھی ہم نے آپ کو اس طرح روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح روتا ہوا دیکھ کر ہمیں بڑا افسوس بھی ہوا اور

تعجب بھی ہوا کہ کس بات پر آپ ﷺ کو اتنا رونا آ رہا ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! کس بات کی وجہ سے آپ ﷺ اتنا رو رہے ہیں؟

چھ عورتیں

آپ ﷺ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں جب میں جہنم دیکھنے کے لیے گیا تو میں نے جہنم میں اپنی امّت کی چھ عورتوں کو بہت ہی ہولناک عذاب میں مبتلاء دیکھا، ان کا اس عذاب میں مبتلاء ہونا اس وقت مجھے یاد آ رہا ہے جس کی وجہ سے مجھے رونا آ رہا ہے کہ ہائے ان کا کیا حال ہوگا۔ پھر آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ نے جو چھ عورتیں جہنم میں دیکھیں آپ ﷺ نے ان کو کس عذاب میں مبتلاء دیکھا؟

پہلی عورت کا عذاب

(۱)...... آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو میں نے اس طرح دیکھا کہ وہ اپنے سر کے بالوں کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے، اور اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا۔ اب آپ خود اس سے اندازہ لگا لیں کہ ایک تو خود جہنم میں ہونا کتنے بڑے عذاب کی بات ہے، پھر بالوں کے بل لٹکنا کہ سارے جسم کا وزن بالوں پر ہو، لہٰذا کسی عورت کا بالوں کے ساتھ بندھی ہوئی ہونا، محض اس تصور ہی سے آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، چہ جائیکہ جہنم کے اندر کسی کے ساتھ یہ معاملہ ہو، اور پھر اس کے ساتھ جہنم کی آگ کی گرمی کی وجہ سے دماغ کا ہنڈیا کی طرح پکنا۔ اپنی امّت کی عورتوں میں سے ایک عورت کو یہ عذاب ہوتا ہوا دیکھا۔

دوسری، تیسری اور چوتھی عورت کو عذاب

(۲)......اور دوسری عورت کو میں نے اس حالت میں دیکھا کہ اس کی زبان کو کھینچ کر باندھا ہوا ہے اور وہ اپنی زبان کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے۔

(۳)......اور تیسری عورت وہ ہے جو اپنے سینے کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے۔

(۴)......اور چوتھی عورت کو جہنم میں اس طرح دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ پیشانی سے بندھے ہوئے ہیں اور دونوں پیر سینے سے بندھے ہوئے ہیں اور سانپ اور بچھو اس کو لپٹے ہوئے ہیں۔

پانچویں اور چھٹی عورت کو عذاب

(۵)......اور پانچویں عورت کو جہنم میں اس حالت میں دیکھا کہ اس کا چہرہ خنزیز کی طرح اور باقی جسم گدھے یا کتے کی طرح ہے۔

(۶)......اور چھٹی عورت کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کا سارا جسم گدھے کی طرح ہے اور جہنم کی آگ اس کے منہ میں داخل ہو رہی ہے اور پاخانہ کے راستہ سے نکل رہی ہے اور فرشتے گرز لے کر اس کو مار رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنی امت کی یہ چھ عورتیں جہنم کے اندر عذاب میں مبتلاء دیکھیں اور آپ ﷺ کو ان کے عذاب کی تکلیف دیکھ کر رونا آ رہا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! ان عورتوں کو یہ عذاب کس بنائ پر ہو رہا تھا!

پہلی عورت کے عذاب کی وجہ

آپ ﷺ نے ان میں سے پہلی عورت کے بارے میں فرمایا! جس کو سر کے بل

جہنم میں لٹکا ہوا دیکھا تھا وہ میری امّت کی وہ عورت ہے جو بے پردہ گھر سے نکلا کرتی تھی اور اپنے سر کے بالوں کو نامحرم مردوں سے نہیں چھپاتی تھی۔

تقریبات اور بے پردگی

آج ہماری تقریبات کے اندر یہ بات سو فیصد پائی جاتی ہے کہ جہاں مرد وعورت ایک ہی لان اور ایک ہی ہال میں مخلوط بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، وہاں جو خواتین شرکت کے لیے آتی ہیں وہ اس حالت میں ہی آتی ہیں کہ ان کے جسم پر پردہ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، دوپٹہ اوّل تو ہوتا ہی نہیں، اگر ہوتا ہے تو پٹی کی طرح وی (V) کیشکل میں گلے میں پڑا ہوا ہوتا ہے، اور ان کا چہرہ، سر کے بال اور گدی بالکل کھلی ہوئی ہوتی ہے، بلکہ قمیص بھی اتنی باریک اور اتنی چست اور اتنی نامکمل ہوتی ہے کہ ہر چیز اس کے اندر سے نمایاں ہوجاتی ہے، جسم کے اوپر والا حصّہ اکثر کھلا ہوا ہوتا ہے اور گردن سے کافی نیچے تک قمیص کا گلا ہوتا ہے، اس میں گدّی سے بھی نیچے دور تک کا حصّہ نظر آتا ہے، سامنے سے بھی گلے کے نیچے تک کا بہت سا حصّہ کھلا ہوا ہوتا ہے، اور آستین اتنی چھوٹی کہ کہنی سے اوپر تک ہوتی ہے اور اس کے اندر بازو کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

فیشن ہی یہ ہے کہ سر کے بال اچھے طریقہ سے بنا کر اور ان کو کھول کر تقریبات کے اندر شرکت کی جائے۔ حدیث شریف کے اندر ایسی عورت کے لیے یہ عذاب اور وبال بیان ہوا ہے کہ جب وہ مرے گی اور توبہ بھی نہ کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معاف بھی نہ فرمایا تو صرف جہنم میں ہی نہ ڈالا جائے گا بلکہ جہنم کے اندر ڈال کر اس کو بالوں کے بل لٹکایا بھی جائے گا۔

قربِ قیامت میں ظاہر ہونے والی دو جماعتیں

اور ایک حدیث میں بے پردہ عورتوں کے لیے یہ وعید آئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت میں آخری زمانہ میں دو جماعتیں ہوں گی، جن کو ابھی تک میں نے نہیں دیکھا (یعنی حضور ﷺ کے زمانہ میں وہ ظاہر نہیں ہوئیں بلکہ قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا) ان میں ایک جماعت تو وہ ہوگی کہ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دُم کی طرح کوڑے ہوں گے اور وہ کوڑے لوگوں کو مارتے ہوں گے، یعنی ایک ظالموں کی جماعت ہوگی جو لوگوں پر ظلم کرتے ہوں گے اور زیادتی کرتے ہوں گے اور اُن کو ناحق ستاتے ہوں گے۔

اور ایک جماعت عورتوں کی ہوگی جو بظاہر لباس پہننے کے باوجود ننگی اور برہنہ ہوں گی، اور وہ خود بھی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی اور ان کے سر بختی اونٹ کے ٹیڑھے کوہان کی طرح ہوں گے۔

فرمایا کہ یہ دونوں جماعتیں جنّت کی خوشبو بھی سونگھ نہ سکیں گی حالانکہ اتنے اتنے فاصلے سے جنّت کی خوشبو آجائے گی۔

چنانچہ بعض روایتوں میں ہے کہ سو (۱۰۰) سال کی مسافت سے خوشبو آنے لگے گی، اور بعض روایتوں میں ہے کہ پانچ سو سال کی مسافت سے خوشبو آنے لگے گی۔ لیکن اس گناہ کی وجہ سے ان عورتوں کو جنّت کی خوشبو تک نہ آئے گی۔ پھر یہ جو فرمایا کہ جو بظاہر لباس تو پہنے ہوئے ہوں گی لیکن حقیقت میں برہنہ ہوں گی۔

چُست لباس، ننگا پہناوا ہے

اس کی تشریح علماءِ کرام نے یہ فرمائی ہے کہ یا تو ان کے جسم پر لباس ہی اتنا چُست

ہوگا کہ لباس کے چُست ہونے کی وجہ سے ان کے جسم کے اعضاء و جوارح کی جو ہیئت اور شکل ہے وہ صاف اور بالکل نمایاں ہوگی۔

جبکہ لباس ایسا ہونا چاہیے جو کہ ان کے لیے پردہ پوشی کا باعث ہو۔ لباس کا مقصد ہوتا ہے ستر پوشی، جسم پوشی، جسم کو چھپانا مقصود ہوتا ہے، اور خاص طور پر وہ اعضاء جن کو زیادہ سے زیادہ چھپانے کی ضرورت ہے، چنانچہ لباس ایسا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ ان کی ہیئت اور ان کی شکل زیادہ سے زیادہ نمایاں نہ ہو بلکہ کم سے کم نمایاں ہو، لیکن جب لباس چُست ہوگا تو ایسی صورت میں اس کے اندر لباس برائے نام ہی ہوگا، ورنہ اعضاء و جوارح جتنے ہیں وہ سارے کے سارے صاف اور نمایاں نظر آتے ہیں۔

باریک لباس

اور دوسرا مطلب اس کا یہ بتلایا کہ وہ لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی یعنی ان کے لباس میں اتنا باریک کپڑا ہوگا کہ اس کپڑے کے اندر سے جسم جھلک رہا ہوگا۔

اور یہ بات بھی ہمارے معاشرہ کے اندر عام ہے، جون، جولائی کے مہینہ میں خواتین ایسا باریک کپڑا استعمال کرتی ہیں کہ سر سے لے کر پیر تک جہاں تک بھی وہ لباس ہوتا ہے، ہر طرف سے جسم نمایاں ہوتا ہے، جالی کا کپڑا تو عام استعمال ہو رہا ہے، اسی طرح لان بھی عام استعمال میں آتی ہے اور بعض لان کے کپڑے تو اتنے باریک اور ہلکے ہوتے ہیں کہ ان کے اندر سے جسم صاف اور نمایاں نظر آتا ہے، لیکن خواتین ایسا باریک لباس پہن کر گھر سے باہر نکلتی ہیں، تقریبات اور شادی بیاہ میں شرکت کرتی ہیں، اور وہاں ایسے ہی لباس کے اندر نامحرم مردوں کے سامنے آتی جاتی ہیں، ان کے

ساتھ بیٹھتی ہیں، ان سے باتیں کرتی ہیں، اس حال میں کہ ان کا جسم کپڑے کے اندر سے جھلکتا نظر آتا ہے اور نمایاں ہوتا ہے۔ یہ دونوں باتیں اس کے اندر داخل ہیں، میری امت کی یہ دونوں جماعتیں جہنم کی جماعتیں کہلائیں گی۔

یہ عورتیں ملعون ہیں

ایک طرف تو ان کا جہنمی ہونا بتلایا، دوسری روایت میں ان کے بارے میں فرمایا کہ میری امّت میں ایسی عورتیں ہوں گی جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، ایسی عورتوں پر لعنت کرنا، کیونکہ وہ ملعون عورتیں ہوں گی۔

لعنت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور، اور یہ کسی جائز اور حلال کام پر نہیں ہوسکتی، جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگا وہ جہنم میں جائے گا۔ اور یہ دونوں جہاں کے سردار جناب رسول اللہ ﷺ بتلا رہے ہیں، لہٰذا جس کام پر یہ لعنت ہو اور جس کام کی وجہ سے سر کے بال سے جہنم میں لٹکائی جائیں، جس کام کی وجہ سے جہنم کی جماعت میں شمولیت واقع ہو، اللہ بچائے وہ کیسے جائز کام ہوسکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی شادی بیاہ کی تقریبات میں اپنی خواتین کو سمجھائیں۔

تقریبات میں ان باتوں کا اہتمام کریں

لہٰذا جو بھی کسی تقریب کا اہتمام کرے، وہ سب سے پہلے اس بات کا اہتمام کرے کہ مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع بالکل نہ ہو، عورتوں اور مردوں کے آنے جانے کا راستہ بالکل جدا جدا ہو، اسی طریقہ سے ان کے بیٹھنے کی جگہیں بھی بالکل الگ الگ ہوں، عورتوں کے حصہ میں مردوں کے آنے جانے کا کوئی عمل دخل نہ ہو، نہ مرد

آئیں اور نہ قریب البلوغ لڑکے آئیں۔

بالغ لڑکے یا بالغ ہونے کے قریب لڑکے بھی مرد ہوتے ہیں، ان کے سامنے آنا جانا یا ان سے باتیں کرنا یہ بھی ناجائز ہے۔ اور اسی طریقے سے جو ہالوں کے منتظمین ہوتے ہیں، عام طور پر ان کی پرواہ ہی نہیں کی جاتی، نہ مرد پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہی عورتیں پرواہ کرتی ہیں، وہ مرد ہی عورتوں کی جگہ میں گھس کر کھانے کا اور دوسری چیزوں کا انتظام کرتے ہیں، اور عورتیں بھی ان کے سامنے بے حس بیٹھی رہتی ہیں، یہ بھی گناہ اور بے پردگی کے اندر داخل ہے۔

ملازم اور نوکر سے بھی پردہ

چاہے ملازم ہو، چاہے نوکر ہو، چاہے قریب البلوغ لڑکا ہو یا بالغ لڑکا ہو، یا کوئی ادھیڑ عمر کا ہو، یا بڑی عمر کا ہو، یہ سارے نامحرم مرد ہیں، عورتوں کو چاہیے کہ ان سب سے پردہ کریں، ان کے سامنے بے پردہ اور بے حجابانہ ہوکر آنے جانے سے پرہیز کریں۔

اور شادی بیاہ کی تقریب کرنے والوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا پورا پورا انتظام اور اہتمام کریں، ورنہ وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔

اور ایسی تقریب منعقد کرنا ہی گناہ ہے اور ایسی تقریب میں شرکت کرنا بھی گناہ ہے، اور ایسی تقریب جس کے اندر مخلوط اجتماع ہو، شادی بیاہ تو درکنار تعلیم و تعلم میں بھی جائز نہیں۔

تعلیم و تعلّم کے وقت پردہ

اور دنیاوی تعلیم بھی اسی طریقہ سے ہوتی ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں مخلوط تعلیم

ہوتی ہے اور مخلوط تعلیم بھی ناجائز ہے، اور اگر خدانخواستہ کسی دینی مدرسہ میں ایسا ہونے لگے کہ وہاں بھی بغیر پردہ کے استاد بیٹھا ہوا ہے اور سامنے طالبات بیٹھی ہیں اور استاد ان کو پڑھا رہا ہے تو یہ بھی گناہ ہے اور ناجائز ہے، اور یہ مخلوط تعلیم آج کل کی ناجائز ہے۔

اور شادی بیاہ کے اندر ایسا مخلوط اجتماع ناجائز اور گناہ ہے، یہ اس لیے کہ عورتوں پر نامحرم مردوں سے پردہ کرنا فرض ہے، اور بے پردگی گناہ ہے، جب یہ چیزیں گناہ ہیں تو سب جگہ گناہ ہیں، چاہے شادی ہال میں ہو، چاہے اسکول و کالج میں ہو، چاہے مدرسہ و مسجد میں ہو، جہاں بھی بے پردگی ہوگی گناہ ہوگا، اور یہ گناہ عذاب اور وبال کو دعوت دینے والا ہے۔

بدنگاہی کا گناہ

اور پھر یہ بے پردگی تو گناہ ہے ہی، لیکن اس گناہ سے نہ جانے کتنے گناہ وجود میں آتے ہیں، سب سے بڑا گناہ جو وجود میں آتا ہے وہ بدنگاہی کا گناہ ہے، بری نیّت سے کسی عورت کو دیکھنا یا کسی عورت کا کسی مرد کو دیکھنا یہ ایک الگ گناہ ہے، یعنی عورت کا بے پردہ ہونا الگ گناہ ہے اور اس کے بے پردہ ہونے کی وجہ سے اس کا یا دوسروں کا بدنگاہی اور بدنظری میں مبتلاء ہونا یہ الگ گناہ ہے۔

حدیث شریف میں اس کو فرمایا گیا ہے کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور آنکھوں کا زنا بدنظری اور بدنگاہی ہے۔ وہ خواتین خاص طور پر سوچیں جن کا بے پردہ رہنے کا ایک معمول اور دستور بن چکا ہے، اور جن کی عادت بن گئی ہے کہ جب وہ گھر سے نکلیں گی

چاہے سارا دن گھر سے باہر رہیں یا چاہے شادی میں شرکت کے لیے گئی ہوں وہ جہاں بھی رہیں گی بے پردہ رہیں گی، اور بے پردہ رہنے کی وجہ سے کتنے ہی مردوں نے ان کو بری نیت سے دیکھا ہوگا اور بدنظری اور گناہ میں مبتلا ہوئے ہوں گے، تو جتنے مردوں نے ان کو دیکھا اور بدنظری اور بدنگاہی کا گناہ کیا وہ تو سب ہی اس گناہ کی وجہ سے گناہ گار ہوئے، لیکن ان سب کے برابر یہ عورت بھی گناہ گار ہوئی، اس لیے کہ ان سب کے گناہ کا ذریعہ یہ عورت بن رہی ہے، تو اگر خدانخواستہ کوئی عورت گھر سے بے پردہ ہو کر نکلی یا کسی شادی بیاہ کی تقریب میں اس نے شرکت کی اور وہاں پردہ کا کوئی انتظام نہ تھا اور وہ خود بھی بے پردہ تھی، پھر اگر ایک ہزار مردوں نے اس کو بری نظر سے دیکھا اور اس کو دیکھ کر بدنگاہی کا عمل کیا تو اس کی وجہ سے وہ ایک ہزار مرد گناہ گار ہوئے اور اس کے برابر گناہ اس عورت کو الگ ہوا اور اپنی بے پردگی کا گناہ الگ ہوا اور ایک ہزار نامحرم مردوں کی بدنظری اور بدنگاہی کا گناہ بھی اس کو ہوا کیونکہ یہ ذریعہ بنی۔

گناہ کا ذریعہ بننے والا بھی گناہ گار ہے

اور جو شخص کسی گناہ کا ذریعہ بن جائے تو اس کو بھی گناہ ہوتا ہے جس طرح کوئی آدمی نیکی کا ذریعہ بن جائے تو نیکی کا ثواب اس کو بھی ملتا ہے، جیسے نیک کام کا راستہ بتانے سے آدمی کو کرنے کا ثواب ملتا ہے، ایسے ہی برائی کے راستہ میں کسی کو ڈالنے سے برائی کا بھی عذاب اور وبال آتا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ جس شخص نے اسلام میں اور دین میں کوئی اچھا طریقہ جاری کر دیا، نیکی اور بھلائی کا کام کیا اور وہ مسلمانوں کے اندر جاری ہو گیا تو اس کو تو

اس کا ثواب ملے گا، لیکن جتنے مسلمان اس کام کو کریں گے اور جب تک کرتے رہیں گے ان سب کو بھی ثواب ملے گا اور ان سب کے برابر ثواب اس کو بھی ملے گا۔

اور اگر خدانخواستہ کسی نے دین کے اندر کوئی گناہ کا کام جاری اور ساری کر دیا کہ خود بھی اس نے گناہ کا کام کیا اور لوگ بھی اس کے دیکھا دیکھی گناہ کرتے چلے جا رہے ہیں، تو اللہ بچائے، اس کو اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور جتنے لوگوں نے اس گناہ کو کیا تو اس کے خود کرنے کی وجہ سے وہ سب بھی گناہ گار ہوں گے اور ان سب کے برابر اس کو بھی گناہ ہوگا۔

خواتین گناہ کا ذریعہ بننے سے بچیں

اس لیے خواتین کے واسطے یہ بات سوچنے کی ہے کہ وہ دنیا کی تھوڑی سی سہولت کی خاطر، ذرا سے ایک فیشن کی خاطر، ایک ذرا سی اپنی طبیعت کی چاہت کی خاطر، وہ بے پردگی اختیار کر کے خود تو فرض چھوڑ ہی رہی ہیں اور بے پردگی کا گناہ کر رہی ہیں، لیکن ان کی دیکھا دیکھی دوسری عورتوں نے بھی بے پردگی اختیار کر لی اور ان کے بے پردگی کی وجہ سے نہ جانے کب تک وہ بے پردہ رہیں اور اس تمام عرصہ میں نہ جانے کتنے نامحرم مردوں نے اس کو دیکھا اور گناہ کے اندر مبتلاء ہوئے تو یہ وبال اور سارا گناہ ان خواتین کے کھاتے میں بھی لکھا جائے گا جنہوں نے بے پردگی کا آغاز کیا اور اسے اختیار کیا۔

سبق آموز حدیث

ایک عجیب وغریب حدیث ہے جس کا خلاصہ بڑا ہی جامع ہے کہ نبی اکرم جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں جہنم کا مشاہدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کے معاینہ کے دوران یہ دیکھا کہ میری امت کی عورتیں بہ نسبت مردوں کے زیادہ جہنم کے اندر ہیں، اور دوسری احادیث میں اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ بھی بیان فرمائی ہے، لیکن یہاں جو وجہ بیان فرمائی وہ بڑی ہی عجیب وغریب اور بڑی ہی جامع ہے، اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار وجہ سے میری امت کی عورتیں زیادہ جہنم میں داخل ہوں گی:

اللہ کی اطاعت میں کمی

(۱)......ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا مادہ کم پایا جاتا ہے، نیک صالح پابندِ صوم وصلاۃ خواتین بہت کم ہوتی ہیں، آزاد اور دین وآخرت سے بیگانہ ہوکر زندگی بسر کرنے والی خواتین زیادہ ہوتی ہیں، یہ مشاہدہ ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کمی

(۲)......سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کا جذبہ بھی ان کے اندر کم پایا جاتا ہے۔

یہ سب ارشادات وہ ہیں جو عورتوں کے بے پردہ ہونے کے سلسلہ میں ہیں، اور گویا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشادات کے ذریعہ مسلمان خواتین سے یہ فرما رہے ہیں کہ تم شرعی پردہ کا اہتمام کرو، بے پردگی سے پرہیز کرو، جس خاتون کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا جذبہ ہوگا تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کے بعد وہ بے پردگی

کر سکتی ہے، لیکن اگر کرتی ہے تو اس کے اندر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا جذبہ یا تو ہے ہی نہیں یا برائے نام ہے، ورنہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو مرد و عورت مؤمن ہو بس اس کے اندر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننے اور ان کی تابعداری کا جذبہ سب سے زیادہ ہونا چاہیے۔

شوہر کی اطاعت میں کمی

(۳)...... ان کے اندر اپنے شوہر کی تابعداری کا جذبہ بھی کم پایا جاتا ہے، خاص طور سے اگر شوہر دین کی بات کہے یا شریعت کی بات کہے یا سنّت کی بات کہے تو بہت جلدی مخالفت کرتی ہیں، اور خاص طور سے شادی بیاہ کے موقع پر اگر خاوند یہ بات کہے کہ تم وہاں ذرا پردہ سے رہنا، پردہ میں آنا، پردہ میں جانا، تو اس کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوتیں جو بڑی خطرناک بات ہے اور اپنے آپ کو جہنم میں دھکیلنے والی بات ہے۔

عورتوں کا بن سنور کر باہر نکلنا

(۴)...... چوتھی بات جو ارشاد فرمائی وہ یاد رکھنے کی ہے، اور وہ اس وقت ان کے حال کے عین مطابق ہے جس میں ان کی دکھتی ہوئی رگ پر آپ نے ہاتھ رکھا ہے، اور وہ یہ ہے کہ عورتوں کے اندر بن ٹھن کر آراستہ پیراستہ ہو کر، میک اپ کر کے، بے پردہ ہو کر نامحرم مردوں کے سامنے نکلنے کا جذبہ زیادہ پایا جاتا ہے، یہ عورتوں کا وہ جذبہ ہے جس نے ان کو بے پردہ کیا، جس نے ان کو ننگا کر کے باہر نکالا ہے، جس نے ان کو لباس پہننے کے باوجود ننگا کر دیا ہے، یہ وہ جذبہ ہے جس میں سر کھلا ہے، باہیں کھلی ہیں، گردن کھلی ہے، گلا کھلا ہے، بازو کھلے ہیں، پنڈلی کھلی ہے اور جسم پر کپڑا وہ بھی اتنا

باریک اور اتنا چست کہ نہ ہونے کے برابر ہے، اس کے بعد ان کو گھر سے نکلنے میں نہ کوئی حجاب محسوس ہوتا ہے، نہ کوئی عیب محسوس ہوتا ہے، بلکہ یہ سمجھتی ہیں کہ یہ دورِ حاضر کا فیشن ہے، ایسا ہی نکلنا چاہیے۔ یہ جذبہ ان کے اندر پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کی طبیعت یہ چاہتی ہے کہ ہم نکلیں تو بے پردہ ہوکر ہی نکلیں تا کہ لوگ ہمیں دیکھیں، اللہ بچائے۔

یہ چار وجوہات آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں اور فرمایا کہ ان کی وجہ سے میری اُمّت کی عورتیں زیادہ جہنم میں ہوں گی۔ خواتین ان ارشادات اور ان وجوہات کو سن کر اپنی زندگی کو بدلیں اور اس ناپاک اور آلودہ زندگی سے اپنے آپ کو بچائیں اور پاکیزہ زندگی اختیار کریں۔

عورت کا خوشبو لگانا

ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی عورت خوشبو لگا کر نامحرم مردوں کے پاس سے گزرے تا کہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسی عورت بدکار ہے، اور وہ نظر بھی بدکار ہے جو بری نیّت سے اس کو دیکھے۔

مرد اپنی نظروں کی حفاظت کریں

اور مردوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنی نظر کی حفاظت کریں اور قصداً کسی نامحرم عورت پر ہرگز اپنی نظر نہ ڈالیں، اچانک چلی جائے تو فوراً ہٹالیں، اسی طرح عورتوں کو بھی چاہیے کہ نامحرم مردوں کو نہ دیکھیں جہاں تک ہوسکے ان سے اپنی نظر کو بچائیں، اچانک نظر چلی جائے تو اپنی نظر ہٹالیں۔ قرآنِ کریم دونوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ اپنی نظر

نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں، اصل طریقہ یہ ہے۔ اور خواتین نظر بچانے کے ساتھ ساتھ شرعی پردہ کا بھی اہتمام کریں اور بے پردہ ہو کر گھر سے نکلنے اور شادی بیاہ کے اندر شریک ہونے سے پرہیز کریں۔

ایک عبرتناک واقعہ

گلگت کا ایک واقعہ یاد آیا اور اس واقعہ کی میں نے وہاں کے اکابر علماء سے بھی تصدیق کی، انہوں نے بھی کہا کہ یہ واقعہ ہمارے گلگت میں اتنا مشہور تھا کہ ہر آدمی جانتا تھا کہ یہ پراسرار واقعہ ہوا ہے اور یہ سچ ہے، اور اللہ تعالیٰ عبرت کے واقعات دکھاتے رہتے ہیں، اور اس لیئے دکھاتے رہتے ہیں تا کہ لوگ عبرت لیں اور ان گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ وہ واقعہ یہ ہے:

کوئی شخص گلگت کے قبرستان سے گزر رہا تھا، یکا یک اس کو قبر سے یہ آواز آئی کہ میں زندہ ہوں مجھے نکالو، ایک دو مرتبہ اس نے اسے اپنا خیال سمجھا لیکن جب مسلسل یہ آواز آئی تو یہ متوجہ ہوا اور جب اس کو یہ یقین ہو گیا کہ واقعتاً یہ آواز قبر میں سے آ رہی ہے، میرا وہم نہیں ہے، تو وہ گاؤں گیا اور وہاں سے دو چار آدمیوں کو بلا کر لایا، انہوں نے بھی یہ آواز سنی کہ قبر میں سے میّت کہہ رہی ہے کہ میں زندہ ہوں مجھے نکالو، اس کے بعد وہ اپنے امام صاحب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ اس طرح سے قبر میں سے آواز آ رہی ہے اور میّت کہہ رہی ہے کہ میں زندہ ہوں مجھے قبر میں سے نکالو، آپ بتائیں کہ کیا کریں۔

انہوں نے کہا کہ جب زندہ ہے تو نکالو، چنانچہ یہ لوگ گئے اور جا کر مٹی ہٹائی، تختے ہٹائے، دیکھتے ہیں کہ ایک برہنہ عورت بیٹھی ہوئی ہے اور اس کا کفن بالکل خراب

ہو چکا ہے، اس نے کہا کہ جلدی سے میرے گھر جاؤ اور اس نے اپنے گھر کا پتہ اور محلّہ بتایا اور کہا کہ جلدی سے میرے کپڑے اور چادر لے کر آؤ، میں کپڑے اور چادر پہن کر یہاں سے نکلوں گی۔

چنانچہ وہ لوگ دوڑ کر اس کے گھر گئے اور اس کے کپڑے لائے اور اس کی قبر کے اندر پھینکے، اس نے وہ کپڑے پہنے اور چادر اوڑھی اور بجلی کی طرح قبر میں سے نکلی اور سیدھے اپنے گھر گئی اور اپنے گھر کے اوپر جو کمرہ تھا اس کے اندر جا کر اس نے اندر سے کنڈی لگالی، لوگ پیچھے بھاگے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ سب لوگ وہاں پہنچ گئے، انہوں نے جا کر دستک دی کہ تم کنڈی کھولو، کیا بات ہے تم کیسے زندہ ہوگئیں؟ تمہیں تو مرے ہوئے عرصہ گزر گیا تھا، پھر کیسے زندہ ہو کر یہاں پر آئیں؟

اس نے کہا کہ دروازہ میں بعد میں کھولوں گی، پہلے تم یہ فیصلہ کرو کہ اندر کون کون آئے گا، اس لیے کہ ہر آدمی میرے پاس نہیں آسکتا اور ہر آدمی مجھے نہیں دیکھ سکتا، اس لیے کہ ہر آدمی کے اندر مجھے دیکھنے کی طاقت نہیں، میری حالت ایسی خوفناک ہے کہ اگر کوئی معمولی برداشت والا آدمی دیکھے گا تو وہ بے ہوش ہو جائے گا، لہٰذا جو بہت ہی مضبوط دل والے ہیں اور جو میری حالت دیکھ کر اپنے ہوش و حواس میں رہ سکتے ہیں تو وہی لوگ اندر آئیں اور کوئی نہ آئے، اس کے بعد دو چار آدمیوں نے ہمت کی اور حوصلہ کیا کہ چلو ہم چل کر دیکھتے ہیں، اور انہوں نے کہا کہ ہم دو تین آدمی اندر آئیں گے اور کوئی نہیں آئے گا، تم کنڈی کھولو۔

سر کے بال کھولنے کا عذاب

اس نے دروازہ کھولا اور اپنے آپ کو اس نے چادر میں چھپایا ہوا تھا، اس کے

بعد اس نے ان کے سامنے تھوڑی دیر کے بعد اپنا سر کھولا، تو سر کیا تھا خالی کھوپڑی تھی، نہ بال نہ کھال، دونوں غائب تھے، ایک دم ان کو بھی دیکھ کر خوف آیا لیکن انہوں نے برداشت کیا اور کہا کہ تیرے سر کا یہ کیا حال ہوا، یہ سر کے بال کہاں چلے گئے، کھال کہاں اُتر گئی۔

اس نے کہا کہ جب میں قبر کے اندر اتاری گئی اور لوگ مجھے دفنا کر چلے گئے اور سوال و جواب ہو چکے تو عذاب کے فرشتے عذاب دینے کے لیے اندر آئے، اور سب سے پہلے انہوں نے سر سے عذاب دینا شروع کیا، اور یہ کہا کہ تو جس طریقہ سے دنیا کے اندر بے پردہ سر کھول کر نامحرم مردوں کے سامنے نکلا کرتی تھی، آج ہم تجھے اس کا مزا چکھائیں گے، اور پھر انہوں نے میرا ایک ایک بال کھینچنا شروع کیا اور جہاں تک بال کھال کے اندر پیوست تھا وہاں تک کھال سمیت وہ بال باہر نکلتا تھا، اور میری چیخیں نکلتی تھیں، میں چلّاتی تھی، چیختی تھی، ہائے ہائے کرتی تھی لیکن وہاں کوئی سننے والا نہیں تھا، اور پھر دوسرا بال نکالتے اور اس طرح نکالتے کہ اس کے ساتھ ساتھ کھال بھی نکل جاتی، اس طریقہ سے انہوں نے میرا ایک ایک بال نوچا اور سارے سر کے بال انہوں نے نوچ لیے اور بالوں کے ساتھ کھال بھی چلی گئی، اس لیے میرے سر پر نہ کوئی بال ہے اور نہ کھال ہے، اتنا خوفناک اور ہولناک عذاب مجھے ننگے سر گھر سے نکلنے اور نامحرم مردوں کے سامنے آنے جانے کی وجہ سے ہوا ہے۔

لپ اسٹک لگانے کا عذاب

اس کے بعد اس نے اپنا منہ کھولا تو ۳۲ کے ۳۲ دانت نظر آئے، اس نے کہا کہ

اس کے بعد میرے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ انہوں نے قینچی سے میرے ہونٹ کاٹے، اس لیے میرے ہونٹ غائب ہیں اور دانت باہر ہیں۔ اور یہ خوفناک عذاب مجھے لپ اسٹک لگا کر نامحرم مردوں کے سامنے آنے جانے کی وجہ سے ہوا ہے۔

نیل پالش لگانے کی سزا

اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کپڑے سے باہر کیں تو ہم نے دیکھا کہ انگلیاں تھیں لیکن ان میں بھی ناخن نہیں تھے، ہم نے پوچھا کہ ناخن کہاں گئے؟ اس نے کہا کہ چونکہ میں نیل پالش لگا کر گھومنے پھرنے کی عادی تھی، اس لیے جب میں قبر کے اندر رکھی گئی تو فرشتے زمبور اور پلاس لے کر آئے اور انہوں نے میرا ایک ناخن کھینچا اور کہا کہ مزا چکھ اس نیل پالش کا جو تو نامحرم مردوں کے سامنے لگا کر نکلتی تھی تا کہ وہ تیرے ناخن پالش کو دیکھیں اور تیری تعریف کریں، تیری لپ اسٹک کو دیکھیں اور تیری تعریف کریں، تیرے سر کے بالوں کو دیکھیں اور تیری تعریف کریں، انہوں نے میرا ایک ایک ناخن کھینچ لیا، اس لیے میرا کوئی ناخن باقی نہیں بچا، میری چیخیں نکلتی تھیں لیکن میں اپنے کیے کی سزا بھگت رہی تھی۔ یہ کہہ کر وہ پھر دوبارہ مردہ ہوگئی، انہوں نے دوبارہ کفن دے کر اس کو قبر میں دفنا دیا۔

عذاب قبر حق ہے

اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ایسے عبرت کے واقعات دکھا دیتے ہیں، کیونکہ قبر کا عذاب برحق اور سچا ہے، قبر میں سوال و جواب بالکل برحق ہے، نیک آدمیوں کو وہاں پر آرام و راحت نصیب ہوتا ہے اور بدکار مرد و عورت کو وہاں پر عذاب ہوتا ہے، اس عذاب

کے واقعات اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اس طریقہ سے مختلف علاقوں میں دکھاتے رہتے ہیں، جب سے یہ دنیا چلی ہے اس وقت سے یہ واقعات ہو رہے ہیں، علماء کرام نے ان واقعات کے اوپر موٹی موٹی کتابیں لکھی ہیں، جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ فلاں دن فلاں قبر میں فلاں وقت یہ عذاب ہوتا ہوا دیکھا۔

یہ عذاب کن عورتوں کو ہوگا؟

یہ عذاب جو اس واقعہ کے اندر بتایا گیا ہے، یہ انہیں عورتوں کا عذاب اور وبال ہے جو بے پردہ گھومتی پھرتی ہیں، شادی بیاہ کے اندر بے پردہ آتی جاتی ہیں، نامحرم مردوں کے سامنے اٹھتی بیٹھتی ہیں، اور جو مخلوط اجتماع میں ہوتی ہیں، ان عورتوں کا یہ بیان ہے۔

محرم کے سامنے بناؤ سنگھار کی اجازت

ورنہ اگر کوئی اپنے شوہر اور اپنے محرم کے سامنے لپ اسٹک لگائے یا ناخنوں کے اوپر پالش لگائے اور نماز کے اوقات میں اس کو صاف کر لے، یا شوہر کے سامنے سر کے بال کھلے ہوئے ہوں یا والد کے سامنے سر کھل جائے تو یہ کوئی گناہ نہیں ہے، بے پردگی تو نامحرم مردوں کے سامنے ناجائز ہے، اپنے باپ سے اپنے بیٹے سے اپنے سگے بھائی سے تو کوئی پردہ نہیں ہے، ان کے سامنے اگر سر کھل بھی جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے، اور گھر کے اندر اگر اس نے باپ بھائی یا شوہر کے سامنے ناخنوں پر پالش لگالی یا کوئی جائز فیشن کر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، گھر میں تو کوئی منع نہیں ہے۔

ممانعت تو اس بات کی ہو رہی ہے کہ یہ کام کر کے بے پردہ اور بے حجابانہ گھر

سے نکلے، جیسا کہ آج کل کا دستور ہے اور پھر شادی بیاہ میں شرکت کرے، جہاں اللہ بچائے دونوں طرف مرد وعورتیں ہوتی ہیں، نامحرم مرد نامحرم عورتوں کی طرف مائل ہیں، عورتیں مردوں کو دیکھ رہی ہیں، جس کے نتیجہ میں بدنظری اور بدنگاہی کا ارتکاب بھی ہوتا ہے جو کہ بڑے عذاب اور وبال کی چیز ہے۔

اور اللہ بچائے ہماری شادی بیاہ کے اندر یہ گناہ بھی بہت زبردست ہو رہا ہے، جس سے ہمیں بھی بچنا چاہیے اور اپنی خواتین کو بھی بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور بھی اس موقع پر بڑے بڑے گناہ ہو رہے ہیں سب کا بیان کرنا تو بڑا مشکل ہے، ان میں سے بس اہم اہم ہی میں آپ کی خدمت میں بیان کر رہا ہوں کہ ان سے زیادہ سے زیادہ ہمیں بچنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

جہیز اور نیوتہ کی حقیقت

اور

شادی میں ہونے والے گناہ

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذبالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له وأشهدان لا إله الا الله وحده لاشريك له وأشهدان سيدنا ونبينا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيرًا كثيرًا.

أمابعد!

عن علي رضى الله عنه قال: كان جهاز فاطمة خَمِيْلَةً وَوِسَادَةً مِن اُدُم حشوهماليف. اوكما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(زرقانی شرح بخاری)

حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی کو جو جہیز دیا اس کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں، وہ یاد رکھنے کی ہیں۔

حیثیت کے مطابق جہیز دیں

پہلی بات جو معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کو جہیز دے تو حسبِ استطاعت دے یعنی جس کی جتنی طاقت ہو اس کے اندر اندر دے، جس کی ماہوار (۵۰۰۰) پانچ ہزار روپے آمدنی ہے وہ اس کے مطابق دے، جس کی دس ہزار روپے آمدنی ہے وہ اس کے مطابق دے، اپنی اپنی حیثیت کے اندر رہ کر دے، اس کے اندر بڑے فوائد پوشیدہ ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو کہیں بھی ہاتھ نہیں پھیلانا پڑے گا۔

جہیز دینے کے لیے زکوٰۃ مانگنا

آج ہمارے معاشرے کے اندر زکوٰۃ جس طریقہ سے مدارس کے اندر لی جاتی ہے اسی طرح کتنے ہی لوگ اپنی بیٹیوں کا نکاح کرنے کے لیے، رشتہ اور شادی کرنے کے لیے زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں۔ یہ کیوں مانگتے ہیں؟ اس لیے مانگتے ہیں کہ ان کو جہیز اتنا دینا ہوتا ہے جتنا کہ (۱،۰۰،۰۰۰) ایک لاکھ روپے آمدنی والا دے رہا ہے، اپنے ذہن میں جہیز کا ایک معیار مقرر کرلیا ہے، اب امیر وغریب سب اس کے پابند ہوگئے ہیں۔

پھر اس میں بھی مقابلہ جاری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ غریب آدمی یا تو اپنی بیٹی کی شادی نہیں کرسکتا، اور اگر کرے تو اس کے لیے وہ سمجھتا ہے کہ میں جب تک اس معیار کے مطابق جہیز کی تمام شرائط پوری نہیں کروں گا، میری بیٹی کی شادی نہیں ہوسکتی، ورنہ تو لوگ مجھے بُرا بھلا کہیں گے، ملامت کریں گے، لعن طعن کریں گے، میری ناک کٹ

جائے گی۔ تو اپنی ناک کے پیچھے، فخر کے طور پر، نمود و نمائش کے لیے، دکھاوے کے لیے، معاشرہ کا پیٹ بھرنے کے لیے وہ بھی اس معیار کے مطابق شادی کرتا ہے اور جہیز دیتا ہے اور پھر اسکے لیے بھیک مانگتا ہے، اللہ بچائے، اللہ بچائے، پہلی بات جو ہمارے واسطے ہدایت اور تعلیم ہے وہ یہ ہے کہ نکاح کے اندر اگر جہیز دینا ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق دیں۔

ضرورت کی چیز دیں

دوسری بات جو معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی چیزیں دیں جس کی اس کو وہاں ضرورت ہو یعنی جہیز میں وہ چیزیں دیں جو ضرورت کی ہوں، مثلاً پلنگ کی ضرورت ہے، تکیہ کی ضرورت ہے، گدے کی ضرورت ہے، پیالہ کی ضرورت ہے، چادر کی ضرورت ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے بھی ضرورت کی چیزیں دیں، سجانے کے لیے کوئی چیز نہیں دی۔

جہیز کی لعنت

آج ہمارے معاشرے کے اندر جہیز ایک لعنت کی صورت اختیار کر چکا ہے، اور اب تو اللہ بچائے لڑکے والے خود فہرست پیش کرتے ہیں، اور درخواست کرتے ہیں کہ جہیز کے اندر فلاں فلاں چیز دینا ضروری ہے، جب تو رشتہ منظور ہے ورنہ ہمیں منظور نہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یہ شادی تو نہ ہوئی دکانداری ہوگئی، سودے بازی ہوگئی گویا عورت اصل مقصود

نہیں، جہیز اصل مقصود ہے۔ لڑکے والوں کا جہیز سے کیا تعلق، جہیز تو باپ اپنی بیٹی کو دینا چاہتا ہے، وہ اپنی حیثیت کے مطابق کم دے یا زیادہ دے، لڑکے والوں کو اس سے کوئی غرض ہی نہیں ہونی چاہیے۔

لیکن اب الٹا معاملہ ہے کہ رشتہ بعد میں ہوتا ہے، پہلے یہ پوچھا جاتا ہے کہ آپ جہیز میں کیا دیں گے؟ بلکہ لڑکے والے باقاعدہ شرطیں لگاتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز بھی دینی ہوگی، یہاں تک کہ یہ باتیں سننے میں آتی ہیں، اللہ بچائے، کار بھی دینی ہوگی، دکان اور بنگلہ بھی دینا ہوگا، یعنی کہ بالکل ہی انسان انسانیت سے نکل چکا ہے، اور جانور سے بدتر ہوگیا، جانور بھی اس سے بہتر ہے، اس معاملہ میں نہ حیاء رہی، نہ شرم رہی، نہ غیرت رہی، اور نہ کسی چیز کا پاس رہا، معلوم ہوتا ہے کہ بالکل ہی دنیا کے پجاری بن گئے ہیں۔

پھر وہاں اکثر ایسی شادی کامیاب بھی نہیں ہوتی، اس لیے کہ وہاں شادی اور نکاح مقصود ہی نہیں ہوتا، پیسہ مقصود ہے، اور جب پیسہ مل گیا تو جہاں پیسہ پر شادی ہوتی ہو وہ کہاں کامیاب ہوتی ہے اور اس میں کیسے خیر ہوسکتی ہے؟ اور کہاں دل مل سکتے ہیں؟ اس میں تو بس طعن و تشنیع کی بارش ہوتی ہے، پہلے ہی دن سے لڑکے والے جہیز کے اندر عیب نکالنے شروع کردیتے ہیں کہ اچھا تو یہ دیا ہے، وہ دیا ہے، اور ہم تو سمجھ رہے تھے کہ اتنا ملے گا، حالانکہ اتنا سا دیا ہے، اور لاؤ، وہ لاؤ، یہ دو، وہ دو، اور جو کچھ دیا اس میں بھی دس عیب نکالتے ہیں کہ فرنیچر خراب ہے، یہ بہت گھٹیا ہے، یہ بہت سستا ہے، اور تمہارے ماں باپ نے دیا ہی کیا ہے، رات دن طعن و تشنیع بہو پر ہوتی رہتی ہے، شوہر کی بہنیں بھی، اس کی ماں بھی، باپ بھی اور خاندان والے بھی اس پر لعن

طعن کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کا ایک دن بھی زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اور اگر لڑکے والے یہ شرطیں نہ بھی لگائیں تو زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کا چونکہ اب فیشن بن گیا ہے، لہٰذا لڑکی والے بھی اپنی حیثیت سے بڑھ کر دیتے ہیں۔

جہیز کیلئے سودی قرض لینا

جہاں تک مجھے معلوم ہے بعض لوگ سودی قرض لے کر جہیز دیتے ہیں، زکوٰۃ مانگ مانگ کر دینے کا تو عام رواج ہو گیا ہے کہ جو معیار ہمارے معاشرے نے ایجاد کیا ہے، اس سے اگر اس کی مالی حیثیت کم ہے فوراً زکوٰۃ مانگنے کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، عزیزوں اور رشتہ داروں سے رجوع کیا جاتا ہے کہ جناب ہماری بچی کی شادی ہو رہی ہے اور ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ ہزار افراد کی دعوت کر سکیں، اور پانچ یا دس لاکھ کا جہیز دے سکیں۔ اور جب زکوٰۃ نہ ملی تو دکان بیچ دی، مکان بیچ دیا، سودی قرض لے لیا، اور پورے گھر میں جھاڑو پھیر دی پھر یہاں بھی لعنت کی بارش ہوتی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے شریعت کی حدود کو پامال کر دیا اور ہم نے راہِ سنت کو ترک کر دیا، پھر اس کا تو یہ وبال ہی آئے گا، پھر شادی خانہ آبادی نہیں بلکہ شادی خانہ بربادی ہوتی ہے، جب چاہیں جہاں چاہیں یہ حال دیکھ لیں، اس لڑکی کی زندگی اپنے ماں باپ کے گھر لاکھ درجہ بہتر تھی کہ اس نے اپنے گھر سے جا کر یہ دن دیکھے۔

اس کی کئی وجوہات ہیں، اوّل تو جب آپ سودی قرض لے کر جہیز دیں گے تو وہ کیسے راس آئے گا؟ نمائش کے لیے جب آپ جہیز دیں گے تو اس میں کیا خیر و برکت

آئے گی؟ اور جب لڑکے والے لڑکی والوں سے شرطیں لگا لگا کر جہیز لیں گے تو اس سے کیا راحت آئے گی؟ لیکن آج کل ہمارے معاشرے میں یہ باتیں عام ہو چکی ہیں جس کی وجہ سے بچیوں کے رشتے نہیں ہوتے، شادیاں نہیں ہوتیں، اور جو ہو جاتی ہیں ہفتے دو ہفتے، مہینے دو مہینے کے بعد طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے، تو وہ شادی ناکامی کا شکار ہو جاتی ہے۔

جو کچھ دینا ہے اپنی حیثیت اور سنت کے مطابق دیں اس سے کون منع کرتا ہے؟ شریعت نے جہیز کی جو حدود بتلائی ہیں ان کے مطابق دیں، ضرورت کی چیزیں دیں۔

نمائش نہ کریں

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دکھاوے کے طور پر نہ دیں اور جہیز دکھاوے کے لیے دیا جاتا ہے، تو پھر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کی نمائش بھی کتنی زبردست ہوتی ہے، اگر کسی نے اپنی حیثیت کے مطابق اور ضرورت کے لیے دیا تو پھر اس کے اندر نمائش کیوں کرتے ہیں؟ باقاعدہ اس کو کمرہ کے اندر سجانا اور پھر لڑکے والوں کا آنا اور پھر ایک ایک چیز کو اٹھا اٹھا کر دیکھنا، اس پر تبصرہ کرنا، اس کو دیکھتے ہی نجانے کتنی نظریں اس سے پار ہوتی ہیں، اور پھر وہ نظر لگا ہوا جہیز بہت ہی کم راس آتا ہے۔

یہ ساری مصیبتیں اس لیے ہیں کہ ہم نے شادی بیاہ کے اندر بہت بڑے بڑے گناہوں کو چپکایا ہوا ہے، اور ہمارے معاشرے میں یہ چیزیں رواج پا گئی ہیں۔ لیکن یاد رکھیے کہ جتنا کوئی گناہ رواج پاتا ہے اتنا ہی وہ سنگین ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی ناراضگی اور زیادہ اس کے اندر بھر جاتی ہے، اللہ بچائے۔

نیوتہ یا سلامی کی رسم

زمانہ دراز سے ایک بڑی بدترین رسم شادی بیاہ میں چلی آرہی ہے، جس کو ہمارے علاقہ میں نیوتہ یا سلامی کی رسم کہتے ہیں اور سرحد اور کشمیر میں نندرہ کی رسم کہتے ہیں، یہ رسم آج بھی شادی بیاہ کے موقع پر ہوتی ہے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ جس شخص نے شادی کے موقع پر دلہا یا دلہن والوں کی جتنی مدد کی ہے، اس کو باقاعدہ رجسٹر میں نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے، جس میں شادی کی تاریخ پڑی ہوئی ہوتی ہے، اور دینے والے کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے، اور سامنے اس کی رقم لکھی ہوتی ہے کہ فلاں ابن فلاں نے ہمارے خاندان کی فلاں بنت فلاں کی شادی پر اتنی رقم دی۔ اس کو آپ نے بھی دیکھا ہوگا۔ میں نے تو کراچی میں کئی جگہ دیکھا ہے کہ اس رقم کو لکھنے کے لیے شادی ہال کے باہر ایک آدمی ایک ٹیبل پر باقاعدہ رجسٹر لیے بیٹھا ہوا ہوتا ہے، اس کو دیکھ کر مجھے یاد آیا کہ یہ اتنی پرانی رسم آج بھی موجود ہے، پہلے زمانے میں تو ہوتی تھی مگر کراچی جیسے شہر میں آج بھی یہ رسم موجود ہے۔ یہاں آدمی کو کچھ نہ کچھ تو الف، ب آتی ہے، کچھ تو پڑھے لکھے ہیں۔

پڑھے لکھے جاہل

مگر اس تعلیم سے کیا فائدہ جس میں جہالت ہی جہالت بھری ہوئی ہو، پھر یہ تو پڑھے لکھے جاہل ہوگئے، پڑھ لکھ کر بھی جہالت دور نہ ہوئی تو پھر کب ہوگی؟ یہاں طور طریقے تو سارے ہی جدید اختیار کرلیے، لیکن گلے کا کانٹا نہ نکالا، گلے کا جو کانٹا ہے وہ ویسے کے ویسے ہی چبھتا چلا آرہا ہے۔

تو جس کے بیٹے یا بیٹی کی شادی ہے وہ شادی ہال کے باہر رجسٹر کھول کر بیٹھ جاتا ہے، اور جب کوئی شخص آ کر اس کو رقم دیتا ہے تو وہ رجسٹر میں اس کا کھاتا دیکھتا ہے، اور اس سے کہتا ہے کہ میں نے آپ کو اتنی رقم دی تھی اور آپ اتنی دے رہے ہیں، کم دے دو تو راضی ہی نہیں ہیں، مثلاً اگر آپ نے اس کو پچاس روپے دیئے، اس نے آپ کو سو روپے دیئے تھے تو پچاس روپے تو لینا ممکن ہی نہیں، آپ تو اندر جا نہیں سکتے، گیٹ پر کھڑے رہیں، یا تو سو روپے پر ۱۲۰ یا ۵۰۰ روپے تک دو تو ٹھیک ہے، فائدہ ہو گیا، ۱۰۰ روپے دیئے تھے اور ۱۲۰ روپے مل رہے ہیں، شکریہ، تشریف لے جایئے۔ مفت میں تھوڑی کھانا کھانا ہے، اور اب تو کھانا بھی نہیں ہے، لہٰذا اور بھی معاملہ مہنگا ہو گیا، صرف بوتل بہت مہنگی پڑتی ہے۔ تو رجسٹر دیکھا جاتا ہے کہ ہم نے اتنے دیئے تھے، آپ کتنے دے رہے ہیں، برابر سرابر میں بھی وہ غصہ کے ساتھ رکھ لے گا، لیکن اگر آپ نے دس بیس کم دے دیئے تو پھر آپ کی خیر نہیں، ناراض ہوگا، خفا ہوگا، قطع تعلق ہوگا، بول چال بند ہو جائے گی، سلام ودعا ختم ہو جائے گی۔ اس طریقہ سے ہر ایک اپنا حساب دیکھتا ہے اور اپنا کھاتا کھول کر بیٹھ جاتا ہے، لالہ جی کی طرح کہ کتنے دیئے تھے اور کتنے آئے، زیادہ آ گئے تو پھر صحیح، کم آئے تو پھر لڑائی، اللہ بچائے۔

سودی معاملہ

علماء کرام نے فرمایا کہ یہ سودی معاملہ ہے، اس لیے کہ اگر یہ ہدیہ ہوتا تو ہدیہ میں واپسی کا کوئی سوال ہی نہ ہوتا، یہ تو قرض لیا تھا تو قرض واپس کیا جاتا ہے، اس میں برابر سرابر ہو تو آدمی کو کچھ گناہ نہیں ہوتا، سو دیئے تھے تو سو لے گا، دو سو دیئے تھے تو دو

سو لے گا، اور کم پر اس لیے راضی نہیں ہوتا کہ سو دیئے ہیں اس سے کم پر کیسے راضی ہو جائے؟ ہاں زیادہ ملے پھر وہ نفع ہے۔

اور شرعی لحاظ سے سو کے بدلے سو لینا تو ٹھیک ہے اور وہ بھی اس وقت جب واقعی ضرورت ہو، یہاں کیا ضرورت ہے؟ قرض تو ضرورت کے موقع پر لیا دیا جاتا ہے اور وہ بھی قرض حسنہ، یعنی جتنا دیا ہے اتنا ہی واپس لینا ہے نہ کم نہ زیادہ لیکن یہاں تو سرے سے کوئی ضرورت ہے ہی نہیں، بلا ضرورت یہ لیا دیا جا رہا ہے، اور شریعت کے اندر بلا ضرورت قرض لینا یا بلا ضرورت قرض مانگنا یہ بھی اچھا نہیں۔

پہلے کسی زمانے میں اس کی ضرورت ہوتی ہوگی جب غربت کا زمانہ تھا، لیکن آج تو الحمد للہ جہاں یہ کام ہوتے ہیں وہاں اس کی عام ضرورت بالکل نہیں ہوتی، لیکن بالفرض اگر ضرورت کے موقع پر قرض لے بھی لے تو جتنا ہے اتنا ہی واپس لے سکتا ہے۔

مگر یہاں تو ارادہ پہلے ہی سے یہ ہوتا ہے کہ جتنا دیا ہے اس سے زیادہ واپس لینا ہے، یہ تصور پہلے ہی سے ہوتا ہے اور اس بات کی پہلے ہی سے کوشش ہوتی ہے، اس لیے برابر سرابر لینے پر وہ خوش نہیں ہوتا، اتنا تو ہم نے بھی دیا تھا، تم نے دے دیا تو کونسا کمال کر دیا؟ اور کم پر لڑنے مرنے کے لیے تیار ہیں، اس کے اندر نا اتفاقی ہو جاتی ہے، اور طعن و تشنیع تو لازمی ہے۔ تو جتنا دیا تھا اس سے زیادہ جو لیا جا رہا ہے یہ سود ہے، اس لیے کہ ہر وہ قرض جس کے اوپر ذرا سا بھی نفع لیا جائے، وہ سود ہے۔

سود کا گناہ

اور سود کتنا سنگین گناہ ہے۔ تین حدیثوں کے اندر تین الفاظ آئے ہیں۔ ایک

حدیث میں ہے کہ سود میں ستر ۷۰ گناہ ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ سود کے اندر بہتر ۷۲ خرابیاں ہیں، تیسری روایت میں یہ ہے کہ سود کے اندر تہتر ۷۳ وبال ہیں۔

سود کا کم از کم گناہ

اور کم سے کم اس کا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔ اور ایک حدیث میں سود کا ایک درھم ۳۳ مرتبہ اور ایک حدیث میں ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔

اور اس کا عذاب جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ خواب میں اور ایک مرتبہ شب معراج میں دیکھا ہے، خواب کے اندر آپ ﷺ نے اس طرح دیکھا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ دو آدمی آئے اور مجھے لے کر چلے، راستے میں ایک نہر پر سے گزر ہوا، دیکھا کہ وہ خون کی نہر ہے اور وہ خون سے بھری ہوئی ہے اور اس کے بیچ میں ایک آدمی کھڑا ہوا ہے اور کنارے پر بھی ایک آدمی کھڑا ہوا ہے اور اس کے پاس بہت سارے بڑے بڑے پتھر ہیں، جب نہر کے درمیان کا آدمی باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے اور کنارے کی طرف آتا ہے تو وہ باہر کھڑا ہوا آدمی اس کے سر پر اس زور سے پتھر مارتا ہے کہ وہ قلابازی کھاتا ہوا نہر کے بیچوں بیچ پہنچ جاتا ہے اور پھر وہیں ٹھہر جاتا ہے، وہ پھر دوبارہ نہر سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے، تو یہ پھر اس کے سر پر پتھر مارتا ہے۔

تو جو دو آدمی مجھے لے کر آئے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ کون آدمی ہے جو خون کی نہر میں کھڑا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی امت کا سود خور ہے، یہ سود کھانے والا آدمی ہے جو خون کی نہر میں کھڑا ہوا ہے اور یہ فرشتہ

ہے جو اس کو عذاب دینے پر مقرر ہے۔

سود خور کیلئے ایک اور عذاب

اور شبِ معراج میں جب آپ ﷺ آسمانوں کے اوپر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے ایک مقام پر دیکھا کہ بجلی بڑی کڑک رہی ہے اور چمک رہی ہے، اور بڑی ہولناک اور کڑکنے کی اواز آرہی ہے، اور ساتھ یہ دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ مکانوں کے برابر ہیں، اللہ بچائے، اللہ بچائے، اتنے بڑے بڑے پیٹ جیسے ایک گھر ہوتا ہے، اور ان کے پیٹ کی کھال اتنی باریک ہے کہ اندر کی چیزیں باہر سے نظر آرہی ہیں اور ان کے پیٹ میں سانپ بچھو بھرے ہوئے ہیں، صبح وشام ان کو دوزخ کے سامنے لے جایا جاتا ہے اور آلِ فرعون ان کو روندتے ہوئے گزرتے ہیں۔ اس سے آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ روندنے سے ان کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ یا اللہ قیامت برپا نہ فرما، قیامت برپا نہ فرما، جب یہیں ہمارے لیے اتنی بڑی قیامت ہے تو آگے نہ جانے ہمارے لیے کتنا عذاب ووبال ہوگا۔

آپ ﷺ نے معلوم کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو بتایا گیا کہ یہ لوگ سود کھانے والے ہیں، جو لوگ دنیا میں سود کھاتے ہیں ان کا یہ حال اور عذاب ہے۔

سود کی حرمت قرآن وحدیث سے

چنانچہ سود کا یہ لین دین معمولی گناہ نہیں ہے، بہت ہی خوفناک اور بہت ہی خطرناک، بڑا ہی سنگین اور بڑا ہی حرام کام ہے، جس کا حرام ہونا قرآن کریم سے

ثابت ہے اور ایک نہیں دس آیتوں سے ثابت ہے، اور چالیس سے زیادہ احادیث اس کے حرام ہونے پر موجود ہیں، اور پوری امّت اس کے حرام اور ناجائز ہونے پر متفق ہے، لہٰذا اب چاہے ساری دنیا حلال کہے، ان کے کہنے سے کیا ہوتا ہے، جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے ہوتا ہے۔ جب انہوں نے اس کو حرام کر دیا تو قیامت تک حرام ہے، چاہے ساری دنیا کھائے پیئے۔ بہر حال نہایت سنگین اور خطرناک گناہ ہے۔

شادی میں بے برکتی کی وجہ

شادی کے موقع پر دیکھیں کہ یہ سودی معاملہ کس طریقہ سے کھلے عام ہو رہا ہے۔ جس شادی کے اندر سود کا لین دین ہوگا، بتایئے اس کے اندر کہاں سے خیر آئے گی؟ کہاں سے راحت آئے گی؟ کہاں سے اس میں برکتیں آئیں گی؟ کہاں سے اس میں سکون آئے گا؟ کہاں سے میاں بیوی کے دلوں میں جوڑ پیدا ہوگا؟ کیسے میاں بیوی میں اتفاق ہوگا؟ کیسے دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والے ہوں گے؟ دونوں خاندانوں کے لیے کیسے وہ آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں گے؟

توڑنے کے سارے انتظامات ہم نے پہلے ہی کر رکھے ہیں، ایسے رشتہ کا کامیاب رہنا مشکل ہے، اور اگر نہ ٹوٹا تو نکاح کے مقاصد سے تو محروم ہو ہی جائے گا، اور جو نکاح کے فوائد سے، نکاح کے ثمرات سے، نکاح کی برکات سے، اور اللہ کی رحمتوں اور نوازشوں سے خالی ہو گیا، اس کے اندر بے سکونی، بے قراری اور بے چینی کے علاوہ اور کیا ہوگا، اور اس گناہ کے اندر دین دار لوگ بھی مبتلاء ہیں، اللہ بچائے۔

آج کل کی دینداری

ہمارے ایک استاد فرمایا کرتے تھے کہ آج کل دینداری کرتے ٹوپی تک رہ گئی ہے، بس ٹوپی سر پر رکھ لی، کرتا پہن لیا، ٹخنوں سے اوپر شلوار کرلی، بس اس کا نام ہے دینداری، یہ ہیں دیندار صاحب، چاہے سود لیں چاہے سود دیں، چاہے رشوت لیں یا رشوت دیں، اب چاہے وہ کچھ بھی کرتے رہیں، ان کی دینداری پر کوئی فرق نہیں آتا۔

تبلیغی جماعت کا ایک قصہ

ایک قصہ یاد آیا، تبلیغی جماعت کے ساتھی جب کہیں جاتے ہیں تو واپسی پر بعض مرتبہ عجیب وغریب واقعات سناتے ہیں، چنانچہ ایک جماعت کہیں کسی محلہ میں سے گزر رہی تھی، انہوں نے دیکھا کہ ایک گھر کے باہر بہت لوگ جمع ہیں اور بڑے پریشان ہیں تو انہوں نے گزرتے ہوئے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا ہوگیا؟ کیوں پریشان ہیں؟

انہوں نے کہا کہ ایک آدمی کا انتقال ہوگیا ہے اور گھر کے اندر اس کی میّت موجود ہے، لیکن اس کے سینے پر ایک ناگ بیٹھا ہے، ہم نے اس کو ہٹانے کی بہت کوشش کی مگر ہٹتا نہیں، ڈر بھی لگ رہا ہے کہ کسی کو ڈنگ نہ ماردے، جبکہ ہمیں اسے غسل دینا ہے، کفن دینا ہے، نماز پڑھنی ہے، ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کریں؟ اس لیے ہم پریشان ہیں، وہ عام سانپ اور ناگ کی طرح نہیں ہے کہ لکڑی سے وہ ہٹ جائے۔

جماعت والے سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا عذاب نازل کیا ہے جو اس کے کسی گناہ کا وبال وعذاب ہے جو اس شکل میں اللہ تعالیٰ نے دکھایا ہے۔ چنانچہ جماعت والوں نے بتایا کہ ہم اندر گئے اور دیکھ کر ہمیں یقین آ گیا کہ یہ اس میّت کا کوئی برا عمل ہے، کوئی ایسا گناہ ہے جو اس نے کیا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس شکل میں ظاہر کیا ہے، ہم اس کمرہ میں ایک طرف بیٹھ گئے، اور اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت کی دعا کرنے لگے اور پڑھ پڑھ کر ایصال ثواب کرنے لگے، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گزرا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی شان وہ ناگ ایک دم غائب ہوا، حالانکہ سب دیکھ رہے تھے، دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ وہ ناگ جیسے ہی وہاں سے ہٹا تو انہوں نے جلدی سے اسے نہلایا، کفنایا اور نماز پڑھی، اور جلدی سے اسے قبرستان لے گئے، اور جب اس کو قبر میں رکھا تو قبر میں رکھتے ہی وہ کالا ناگ پھر دوبارہ اس کے سینے پر آ کر بیٹھ گیا، جب ہم نے اس کو دیکھا تو کہا کہ اب اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہے، جلدی سے ہم نے تختے رکھے، مٹی ڈالی اور خوف کے مارے ہم جلدی سے وہاں سے آ گئے۔

پھر واپس آ کر ہم نے اس کے گھر والوں سے پوچھا کہ بھائی! یہ کیا ایسا کام کرتا تھا جس کی وجہ سے اللہ پاک نے اس کا یہ خوفناک حال ہمارے سامنے ظاہر کر دیا؟

تو انہوں نے بتلایا کہ مرنے والا سودی لین دین کرتا تھا۔

توبہ توبہ!! مسلمانو! اس واقعہ سے عبرت لو اور سودی لین دین سے بچو، نیوتہ وسلامی سے توبہ کرو!

ایک اور عجیب وغریب قصّہ

ایک اور عجیب وغریب قصّہ یاد آیا، گزشتہ واقعہ تازہ ہے اور یہ واقعہ بہت پرانا ہے۔

عبداللہ ابن احمد مدنی ایک بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے اپنے بچپن کا واقعہ سنایا کہ میں حافظِ قرآن تھا، اور میرے والد کا بچپن میں انتقال ہوگیا تھا، میں روزانہ والد صاحب کے مزار پر جاتا تھا اور فاتحہ اور یٰسین شریف وغیرہ پڑھ کر ان کو ثواب پہنچانا میرا معمول تھا۔

اسی دوران رمضان شریف آ گئے، اور رمضان میں بھی میرا یہ معمول جاری رہا، ایک دن آخری عشرہ تھا اور طاق رات تھی، اس رات شبِ قدر بھی تھی، لیکن تاریخ یاد نہیں کہ ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ میں سے کون سی رات تھی، چنانچہ رات گزار کر اور نماز فجر پڑھ کر میں سیدھا والد صاحب کی قبر پر چلا گیا، جس وقت میں گیا اس وقت ابھی قبرستان میں اندھیرا تھا، میں نے سوچا کہ سویرے سویرے فاتحہ پڑھ کر گھر جا کر سو جاؤں گا، میں والد صاحب کے مزار پر گیا اور جو میرا معمول تھا وہ میں بیٹھ کر اندھیرے میں پڑھنے لگا، ابھی میں نے تھوڑا سا ہی پڑھا تھا کہ مجھے ایسی آواز سنائی دینے لگی کہ جیسے کوئی آدمی ہے جو بہت زیادہ درد کے ساتھ کراہ رہا ہے، اور اس کی آواز ایسی نکل رہی تھی جیسے کہ اس کا کلیجہ چیرا جارہا ہے، اور اس کے اوپر نہ جانے کتنی مصیبت ڈالی جارہی ہے اور نہ جانے اس کو کتنی تکلیف ہورہی ہے، اور اس کی بڑی ہی دردناک اور دل دوز آواز مجھے سنائی دینے لگی، اور میں نے جب اندازہ لگایا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے تو معلوم ہوا کہ قریب ہی ایک سفید رنگ کی پکی قبر ہے، اس میں سے یہ

آواز آرہی ہے، تو میں پڑھنا پڑھانا سب بھول گیا اور خوف کے مارے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، اور میں پوری طرح اس آواز کی طرف متوجہ ہوگیا، پھر جیسے جیسے دن نکلنے لگا آواز ہلکی ہونے لگی، یہاں تک کہ جب بالکل چاندنا ہوگیا تو وہ آواز بالکل مدہم ہوگئی، اس کے بعد پھر بند ہوگئی۔ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ لوگ آنا جانا شروع ہوگئے، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ انہوں نے فوراً نام بتلایا، میں اس شخص کو پہچان گیا جس کی یہ قبر تھی، وہ ہمارے محلّہ کا رہنے والا تھا اور میں اس کو جانتا تھا، وہ بڑا ہی نیک نمازی اور بڑا ہی خاموش اور دوسروں کے معاملوں میں دخل نہ دینے والا انسان تھا، پانچوں نمازیں باجماعت پہلی صف کے اندر ادا کرتا تھا، مسجد کے اندر بھی کسی سے بحث ومباحثہ نہ کرتا تھا، بس اپنے ذکر وتلاوت اور دعا میں لگا رہتا تھا، اس کے علاوہ اس کو کوئی اور کام نہیں تھا، جب میں اس کو پہچان گیا اور اس کی نیکی مجھے یاد آئی تو مجھے اس کا یہ عذاب بہت ہی زیادہ ناقابل برداشت معلوم ہوا کہ یا اللہ! اتنے نیک آدمی کے اوپر اتنا ہولناک عذاب ہے تو ہمارا کیا ہوگا، وہ تو بڑا متقی آدمی تھا، طبیعت کا بہت ہی نرم تھا، لیکن اس کے اوپر اتنا خوفناک عذاب ہورہا ہے۔ صبح ہوجانے کے بعد میں اس محلّہ میں گیا جس میں اس کی رہائش تھی، اور میں اس کے دوستوں سے ملا اور اپنا سارا واقعہ انہیں سنایا۔

اس کے دوستوں نے بتلایا کہ بھائی جیسے تمہارے ذہن میں اس کی نیکی کا روپ ہے وہ ایسا ہی تھا، لیکن ایک کام اس سے بڑا غلط ہوگیا اور یہ کہ وہ بے اولاد تھا، اس کی کوئی اولاد نہ تھی اور جب تک وہ جوان رہا اور جب تک وہ بڑھاپے میں بھی کاروبار کے قابل رہا، اس نے کاروبار کیا، تجارت کی، حلال کمایا، حلال کھایا، حلال پہنا، جب

وہ بوڑھا ہوگیا تو اولاد تو اس کی تھی نہیں جو کاروبار سنبھالتی۔

نفس خبیث کی شرارت

تو اس کے نفس شریر نے اور اس کے نفس خبیث نے اس کو یہ سمجھایا کہ تو اکیلا ڈیوٹی دے نہیں سکتا، دکان سنبھال نہیں سکتا، اور زندگی پتہ نہیں کتنی باقی ہے، اگر تو نے ویسے ہی بیٹھ کر اپنا سرمایہ کھالیا تو ہوسکتا ہے کہ پیسے پہلے ہی ختم ہو جائے اور تیرا انتقال بعد میں ہو۔

لہٰذا ایسا کر کہ اپنی دکان بیچ، کاروبار ختم کر، اور جو پیسہ آئے اسے سود پر لگادے، اور جو سود آئے اس سے اپنا گزارا کر اور مسجد میں اللہ اللہ کر، تیری رقم بھی محفوظ اور سود پر تیرا گزارا ہوتا رہے گا، اب چاہے تو سو برس زندہ رہ یا دوسو برس زندہ رہ، تجھے کیا فکر۔ تو اس کے نفس خبیث نے اسے یہ سبق سکھایا اور اسی پر اس نے عمل کرلیا، اللہ بچائے۔

لہٰذا وہ سودی کھانا کھاتا رہا اور سود ہی کھا کھا کر اس نے نمازیں پڑھیں اور مسجد کے اندر اس نے حاضری دی۔

حرام کے ایک لقمہ کا گناہ

یاد رکھیے! حرام کا ایک لقمہ بھی اگر ہمارے حلق سے اتر جائے تو چالیس دن تک نہ فرض قبول ہوتے ہیں نہ نفل قبول ہوتے ہیں اور نہ دعا قبول ہوتی ہے، حرام خوری کے اندر اتنا عذاب اور وبال ہے۔ دیکھیے اس آدمی کا کیا حال ہوا، اس کی نماز وغیرہ قبول نہیں ہوئیں، سود کا معاملہ ایسا خطرناک معاملہ ہے کہ اس سے ایسا عذاب اور وبال

آتا ہے۔

چند سودی معاملات

آج بھی کتنے مسلمان ہیں جن کے بینکوں کے اندر پیسے رکھے ہوئے ہیں، سیونگ اکاؤنٹ انہوں نے کھولے ہوئے ہیں، فکس ڈپازٹ ان کے موجود ہیں، ڈیفنس سیونگ سٹرفکیٹ لے رکھے ہیں، انعامی بانڈ حاصل کر رکھے ہیں، یہ سب سودی معاملے ہیں، یہ سب سود کے دائرے میں آتے ہیں، نیوتہ اور نندرہ کی رسم بھی سود پر مشتمل ہے۔

اس لیے اس گناہ سے فوری طور پر بچنے کی اور توبہ کرنے کی ضرورت ہے، اگر کسی نے یہ قرض دے رکھا ہے تو جتنا دیا تھا اتنا ہی لے لیں بس، یا پھر اللہ کے لیے معاف کر دیں، اور ساتھ میں اس معاملے کے کرنے کا جو گناہ گردن پر چڑھا ہوا ہے اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں اور عہد کر لیں کہ آئندہ سے یہ رسم نہیں ہوگی۔

اجتماعی گناہ سے بچنے کا طریقہ

میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو اجتماعی گناہ ہماری شادی بیاہ کے اندر ہوتے ہیں، ان سے بچنے کا راستہ بھی یہی ہے کہ اجتماعی طور پر ان کو ختم کیا جائے، برادری کے بڑے بڑے لوگ بیٹھیں اور بیٹھ کر ان گناہوں کی لسٹ بنائیں، نہ سمجھ میں آئے تو ہم سے آکر مشورہ کریں، اور پھر بیٹھ کر فیصلہ کر دیں کہ آج کے بعد سے ہماری برادری اور خاندان کے اندر یہ گناہ نہیں ہوں گے، ان کے بغیر شادی ہوگی، اور اگر کوئی شادی کے اندر یہ گناہ کرے گا تو ہم شامل نہیں ہوں گے۔ دیکھیے! کتنی جلدی اصلاح ہوتی ہے،

اتنی جلدی اصلاح ہوگی کہ اتنی جلدی اصلاح کسی چیز سے نہیں ہوسکتی، مگر ہم چاہیں تو سہی، علاج تو موجود ہے، دین تو بالکل آسان ہے، ہم نے اس کو مشکل بنا رکھا ہے، مشکل بنانے کی ذمہ داری ہمارے اوپر ہے، دین تو کچھ مشکل نہیں، آج ہی خاندان والے فیصلہ کرلیں تو دوسرے دن ہی رسم مٹ جائے گی، گناہ ختم ہوجائے گا۔

ہماری ذمہ داری

لیکن اگر کسی کی برادری کسی کی قوم ان ناجائز رسموں اور کاموں کو ختم نہیں کرتی تو ہم اس کے ٹھیکیدار اور ذمہ دار نہیں ہیں، بلکہ گناہ سے بچنے کے ہم خود الگ الگ ذمہ دار ہیں، ہم میں سے ہر آدمی از خود گناہ سے بچنے کا ذمہ دار ہے، لہٰذا جہاں یہ گناہ ہوں وہاں نہ جائیں، جانے کے بعد پتہ چلے تو وہاں سے واپس آجائیں، اور خود بھی نہ کریں اور نہ ایسی محفلوں میں جاکر شرکت کریں، اور اصل ذمہ داری یہی ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی اس گناہ سے بچے۔ ان رسموں کے اندر اور بھی بہت ساری قباحتیں اور خرابیاں ہیں، سود کی خرابی ان کا صرف ایک پہلو تھا۔

دارالعلوم کراچی کا مفصّل ومدلّل فتویٰ

جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے اس کے بارے میں ایک مفصل اور مدلل فتویٰ جاری ہوا ہے، اگر کسی کو ضرورت ہو تو وہاں سے لے سکتا ہے، تاکہ اسے اچھی طرح پڑھے اور سمجھے، تاہم اس میں جو بنیادی خرابی ہے وہ میں نے آپ کے سامنے عرض کردی۔

نمازیں قضاء ہونا

ایک گناہ یہ ہوتا ہے شادی بیاہ کے موقع پر دلہا اور دلہن کی کتنی ساری نمازیں قضاء

ہوتی ہیں، منگنی کے اندر مردوں اور عورتوں کی کتنی نمازیں قضاء ہوتی ہیں، نکاح کی محفل میں کتنی نمازیں قضاء ہوتی ہیں، پھر لڑکی کی دعوت میں کتنی نمازیں قضاء اور برباد ہوتی ہیں، اور آگے ولیمہ کے اندر اور پھر ولیمہ کے بعد۔

بلا عذر ایک نماز قضاء کرنے کا گناہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل نماز میں ایک حدیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ جس آدمی نے جان بوجھ کر بلا عذر شرعی ایک نماز بھی قضاء کردی، اب چاہے اس نے اس کی قضاء بھی پڑھ لی، تب بھی اس کو جہنم میں ایک حقب جلایا جائے گا، اور ایک حقب کا حساب حضرت نے دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال بتلایا ہے، اللہ بچائے۔

اور جہاں دلہا دلہن سے لے کر اوّل تا آخر شریک ہونے والوں کی سینکڑوں نمازیں قضاء ہورہی ہوں، اندازہ لگایئے کیا وہ شادی ہے یا تباہی ہے؟ یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دیا اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دیا تو پھر دوسرا راستہ گمراہی کا راستہ ہوسکتا ہے، اور گمراہی کے اندر پھر اسی طرح کی خرابی ہوتی ہے اور اسی طریقے کے اس میں گناہ ہوتے ہیں اور پھر ایسے ہی گناہوں کا اس کے اندر عذاب و وبال ہوتا ہے۔

نمازیں قضاء ہونے کی وجہ

نمازیں قضاء ہونے کی عام طور پر یہ وجہ ہوتی ہے کہ دلہن کا تو بیوٹی پارلر میں لے جاکر میک اپ کرادیا، اب وہ کوئی نماز نہیں پڑھ سکتی، وضوء تھا ہی نہیں، اگر ہو بھی تو

زیادہ دیر نہیں رہ سکتا اور نہ تازہ ہو سکتا ہے، کیونکہ میک اپ خراب ہو گا، لہٰذا اس کی تو نہ جانے کتنی نمازیں قضاء و برباد ہوتی ہیں، اسی طرح دلہا کی بھی کتنی نمازیں قضاء ہوتی ہیں، ایک تو وہ بعض دفعہ خود بے نمازی ہوتا ہے اور اگر نہیں ہوتا تو بعض مرتبہ آدمی ایسے موقع پر تو ہو ہی جاتا ہے، اور پھر اس کے گھر والوں کی کتنی نمازیں قضاء ہوتی ہیں، اور جب راتوں کو جاگیں گے تو فجر کی نماز یقیناً قضاء ہوگی، اور بارات کے اور مہمانوں کی آمد کے انتظامات میں منتظمین کی کتنی نمازیں قضاء ہوتی ہیں، جماعتوں کے فوت ہونے کا تو کوئی تصور ہی نہیں، وہ تو بے شمار و بے حد ہوتی ہیں، ان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں کہ جماعت نکل رہی ہے یا نہیں نکل رہی۔

یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ یہ ہماری شادی ہے؟ اس کا نام شادی ہوتا ہے؟ اگر آنکھ بند ہو جائے تو معلوم ہو کہ سوائے غم کے کچھ نہیں، یہ شادی نہیں تباہی ہے جس میں اتنے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب ہو اور نماز جیسی اہم چیز اس کے اندر ترک کر دی جائے جو کہ ایسے معمولی عذر میں بالکل جائز نہیں۔

ایک بزرگ کا قصّہ

ایک بزرگ کا واقعہ یاد آیا کہ وہ حج کرنے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، اور حج ان پر فرض نہیں تھا، بس ایسے ہی بیت اللہ کی زیارت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں جماعت فوت ہوگئی، وہیں سے واپس آ گئے۔ کیونکہ جب حج فرض نہیں تو پھر جانا بھی فرض نہیں ہے، لیکن نماز با جماعت پڑھنا تو واجب ہے، اور بلا عذر شرعی کے جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔ تو جب حج فرض نہیں اور جماعت پہلے ہی

چھوڑ دی تو فائدہ نہ ہوا، نقصان ہوگیا، گھاٹا ہوگیا۔ اور یہاں عام حالات میں شادی فرض بھی نہیں ہوتی اور اس پر ہزاروں فرض قربان کردیئے جاتے ہیں، کتنی بڑی تباہی کی بات ہے۔

لعنت کے دو کام

اور دو کام بڑے لعنت کے ہوتے ہیں، اللہ بچائے، وہ عورتوں کے ساتھ ہوتے ہیں، دونوں کام تقریباً عام ہیں، اور جس زمانے میں ہم ہیں اس میں تقریباً سارے گناہ ہی عام ہیں، کوئی نہ بھی چاہے تو دوسرے کروادیتے ہیں۔

ایک گناہ بھنویں بنانے کا ہے۔ شاید ہی کوئی گھر خالی ہوگا جس کے اندر خاتون اپنی بھنویں نہ تراشتی ہوں اور ان کو باریک نہ بناتی ہوں۔

دوسرا گناہ یہ ہے کہ اگر عورت کے بال کم ہوجائیں، گرجائیں، جھڑ جائیں، تو ان کے ساتھ دوسرے بال لگائے جاتے ہیں۔

یاد رکھیے! بھنویں اگر منڈوا کر ان کو باریک کیا جائے، یا بال نوچ نوچ کر انہیں باریک کیا جائے، یہ بھی گناہ ہے، حدیث میں اس کے اوپر لعنت آئی ہے۔

اور ایسے ہی جس کے بال کم ہوں، اور وہ دوسری عورت کے بال اپنے بالوں میں ملا کر یہ ظاہر کرے کہ اس کے سر کے بال بہت گھنے ہیں اور بہت ہی زیادہ ہیں، بہت موٹی چٹیا ہے، حالانکہ بہت پتلی چٹیا ہے، تو یہ دھوکہ ہے اور حدیث میں اس پر بھی لعنت ہے اور یہ بھی ناجائز اور گناہ کی بات ہے۔ آج کل یہ ایسا منحوس فیشن ہے کہ دلہن کی بھنویں بنانا تو لازمی سمجھا جاتا ہے، اور جتنی عورتیں اس کی شادی میں شریک ہیں ۹۵ فیصد ان کی بھی بھنویں بنی ہوئی ہوں گی، یہ ایک گناہ ہوا۔

بالوں کے بارے میں گنجائش

البتہ بالوں کا مسئلہ یہ ہے کہ جس عورت کے بال کم ہوتے ہیں بس وہی اس گناہ میں عموماً مبتلاء ہوتی ہے۔

لیکن اس میں ایک گنجائش بھی یاد رکھنی چاہیے، جس عورت کے سر کے بال کم ہوں، یا بالکل ہی نہ ہوں یا بہت کم ہوں تو وہ مصنوعی بال لگا سکتی ہے، مصنوعی بال پلاسٹک کے بنے ہوئے ہوتے ہیں، دور سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ مصنوعی ہیں۔ اسی طرح انسانی بال کے علاوہ کسی اور حیوان کے بال ہوں، وہ بھی مصنوعی بال کے ضمن میں ہیں، تو مصنوعی بال اگر کوئی لگائے تو اس کی گنجائش ہے، وہ گناہ نہیں۔

حدث کا مصداق

حدیث میں جس پر لعنت آئی ہے اس کا مصداق مصنوعی بال نہیں ہیں، اسی طرح انسان کے علاوہ دیگر حیوان کے بال بھی اس کے مصداق نہیں ہیں، بلکہ حدیث میں جس پر لعنت آئی ہے اس سے مراد کسی دوسری عورت کے یا کسی دوسرے انسان کے سر کے بال لے کر عورت کسی بھی طریقہ سے اپنے بالوں میں ملائے، اور اپنی چٹیا کو موٹا کر کے دکھائے، یہ حدیث کا مصداق ہے، اس پر لعنت ہے اور گناہ ہے اور ناجائز ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

لیکن بھنویں باریک کرنے کا جو آج کل فیشن ہے، یہ بالکل ناجائز ہے جس سے بچنا ضروری ہے، شادی کے موقع پر بھی شادی کے علاوہ بھی، مگر اب یہ عام فیشن بن گیا ہے، آج کل اس سے بچنے کی بڑی سخت ضرورت ہے۔

یہ دو گناہ ہمارے ہاں شادی کے موقع پر خاص طور سے ہوتے ہیں۔

عورتوں کا پٹھے بال رکھنا

ایک گناہ یہ بھی ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے سر کے بال چٹیا کی شکل میں نہیں رکھتیں بلکہ پٹھے بال کروالیتی ہیں۔ اور یہ بھی آج کل کا فیشن ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کو کٹوا کر کترواکر چھوٹے کر لیتی ہیں اور پھر وہ ایسی لگتی ہیں جیسے مرد ہوتے ہیں، یہ بھی ناجائز ہے۔

کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

یہ ہیں وہ گناہ جو آج کل ہمارے ماحول میں شادی بیاہ کے موقع پر جی بھر کر کیے جاتے ہیں۔

میرے عزیزو، میرے بزرگو!

ہمارے یہاں جمع ہونے کا مقصد صرف ایک ہے کہ کچھ دین کی باتیں خیر خواہی کے طور پر بیان کی جائیں، بیان کرنے والا بھی اور سننے والے بھی اس کو سنیں اور سمجھیں اور سمجھنے کے بعد جس گناہ کا تذکرہ ہوا ہے اس سے توبہ کریں اور آئندہ بچنے کی کوشش کریں۔

اور اگر کسی کام کے کرنے کا تذکرہ ہو تو اس کو اہتمام کے ساتھ اپنے معمول میں لانے کی کوشش کریں، تاکہ ہمارے ظاہر کی بھی اصلاح ہو اور ہمارے باطن کی بھی اصلاح ہو اور ہم دین کے اوپر اور شریعت کے اوپر صحیح صحیح قائم ہو جائیں جس کا ہمارا

ایمان ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔

دین کا مطالبہ

ہمارا دین ہر وقت ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ اے مسلمانو! تم اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ ہم پورے پورے داخل نہیں ہیں، لہٰذا ہم پورے پورے داخل ہو جائیں اور پورے پورے دین پر چلنے والے ہو جائیں، تا کہ اس کے نتیجے میں دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں نصیب ہو جائے، صلاح اور فلاح ہم کو نصیب ہو اور ہماری زندگی دنیا میں بھی حیاتِ طیبہ کی مصداق بن جائے اور مرنے کے بعد ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا معاملہ ہو، عذابِ قبر سے بھی محفوظ رہیں، اور قیامت کے دن کی ہولناکی سے بھی ہماری حفاظت ہو، اور بغیر حساب و کتاب کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنّت میں داخل ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس مقصد میں ہمیں کامیابی عطا فرمائیں۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

طلاق کے نقصانات

اور

اس سے بچنے کا طریقہ

الحمدللہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد!

الحمدللہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کو ان کے خالق و مالک جل شانہٗ نے جہاں اور فرائض وواجبات کے طریقے بتائے ہیں، اسی طرح نکاح وطلاق کے طریقے بھی بتلائے ہیں اور ان کے مطابق عمل کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اور ان کے خلاف عمل کرنے میں جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہے جو خود ایک مستقل گناہ اور سنگین جرم ہے، وہاں اس میں اور بھی طرح طرح کی خرابیاں ہیں اور قسم قسم کی دشواریاں ہیں جو آئے دن ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں، خاص طور پر ایک عیال دار اور صاحبِ اولاد شخص کو جو الجھنیں پیش آتی ہیں وہ نا قابلِ بیان ہیں۔

طلاق کا غلط طریقہ اور اس کے نقصانات:

یوں تو ہمارے معاشرے میں طلاق کے بے شمار غلط طریقے رائج ہیں اور نت نئے غلط طریقے آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ غلط، ناجائز اور خلافِ شرع طریقہ اور بے شمار آفات ومصائب سے بھرا ہوا وہ طریقہ ہے جو

ہمارے یہاں بکثرت رائج ہے، اس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ یہ طریقہ سو فیصد رائج ہے تو شاید مبالغہ نہ ہو، اور پھر اپنی جہالت سے اسی کو طلاق دینے کا واحد طریقہ سمجھا جاتا ہے، اس طریقہ سے ہٹ کر طلاق دینے کو طلاق دینا سمجھا ہی نہیں جاتا، وہ نامراد طریقہ ایک دم تین طلاق دینے کا ہے۔ اسی بناء پر ہر خاص وعام، جاہل، پڑھا لکھا، امیر، غریب، غصہ میں یا غور وفکر کے بعد، زبانی یا تحریری جب طلاق دیں گے دفعۃً تین طلاقیں دیں گے، اس سے کم پر اکتفا ہی نہیں کرتے، بلکہ اتفاق سے شوہر اگر ایک یا دو طلاقیں دینے پر اکتفاء کر بھی لے تو اس کو تیسری طلاق دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اور طرح طرح کے طعنے دے کر یا دھمکی دے کر یا کسی طرح مزید غصہ دلا کر تیسری طلاق بھی اسی وقت دلوائی جاتی ہے اور جب تک خاوند تین طلاقیں نہ دے دے، نہ خاوند کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے، نہ بیوی کا، نہ دیگر اہل خانہ کا اور نہ دیگر اقرباء کا، اور اس سے پہلے نہ بچوں کی بربادی کا خیال آتا ہے، نہ گھر اجڑنے کا، نہ دو خاندانوں میں عداوت و دشمنی کا، کوئی بھی اس وقت ہوش سے کام نہیں لیتا، اور جب خاوند بیوی کو طلاق کی تینوں گولیاں مار دیتا ہے تو سب کو سکون ہو جاتا ہے اور ہوش آجاتا ہے۔

پھر جب چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال آتا ہے اور ان کے کھوئے کھوئے معصوم سے چہرے سامنے آتے ہیں اور گھر اجڑتا نظر آتا ہے تو اوسان خطا ہونے لگتے ہیں اور ہر ایک کو اپنی غلطی کا احساس ہونے لگتا ہے اور دونوں میاں بیوی اپنے کئے پر پشیمان ہوتے ہیں اور معافی وشافی کر کے بہت جلد صلح وآشتی پر تیار ہو جاتے ہیں، مگر سر سے پانی پھر جانے کے بعد یہ پشیمانی اور صلح وآشتی کچھ کام نہیں آتی اور نہ رونے دھونے سے کچھ کام چلتا ہے، تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، حرمت مغلّظہ ثابت

ہوجاتی ہے اور بیوی خاوند پر حرام ہوجاتی ہے جس میں رجوع بھی نہیں ہوسکتا اور حلالہ کے بغیر باہم دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا اور طلاق دینے میں ناجائز طریقہ اختیار کرنے کا گناہ عظیم علیحدہ ہوا، پھر اگر ناحق طلاق دی ہوتو ناحق طلاق دینا ظلم ہے جو خود گناہِ کبیرہ ہے اور حرام ہے۔

اس کے بعد علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کے دروازوں کو دستک دی جاتی ہے اور بڑی عاجزی کے ساتھ اپنی درد بھری داستان سنائی جاتی ہے، معصوم بچوں کی بربادی کا ذکر ہوتا ہے، آنکھوں سے اشکوں کے دریا بہائے جاتے ہیں اور درخواست کی جاتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح کوئی گنجائش نکال کر ان کے گھر کو تباہی سے بچایا جائے، کوئی کفارہ بتلایا جائے جس سے دی ہوئی تین طلاقیں کالعدم ہوجائیں اور ہم دوبارہ میاں بیوی بن جائیں۔ مگر اب میاں بیوی کہاں بن سکتے ہیں، دوبارہ میاں بیوی بننے کے جتنے راستے اور جو جو گنجائشیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے رکھی تھیں وہ سب اپنی نادانی سے یک لخت ختم کردیں۔ اس وقت لے دے کر صرف یہ طریقہ رہ جاتا ہے کہ عدّت گزارنے کے بعد مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے پھر نکاح کے بعد یہ دوسرا شخص مطلقہ سے باقاعدہ جماع (ہمبستری) کرے اور جماع کے بعد اپنی خوشی سے اس کو طلاق دے اور پھر مطلقہ اس دوسرے شوہر کی بھی عدّتِ طلاق گزارے، تب کہیں جا کر وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہوسکتی ہے اور اس سے نکاح کرسکتی ہے مگر مطلقہ کا نکاح ثانی کرتے وقت یہ شرط لگانا کہ دوسرا شوہر نکاح کے بعد اس کو ضرور ہی طلاق دے گا، خود موجب لعنت ہے، حدیث پاک میں ایسا کرنے اور کرانے والے پر لعنت آئی ہے، اور بعض دفعہ شوہرِ ثانی بغیر جماع کیے طلاق دے دیتا ہے، بلکہ اسی کی

کوشش کی جاتی ہے۔اس طرح تو مطلقہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہی نہیں ہوتی، کیونکہ پہلے شوہر پر حلال ہونے کے لیے دوسرے شوہر کا وطی (ہمبستری) کرنا شرط ہے، پھر یہ طریقہ بھی کوئی شخص اپنی غیرت کو بالائے طاق رکھ کر ہی کرسکتا ہے یا بہت ہی سخت مجبوری میں اس کو گوارا کرسکتا ہے۔سلیم الطبع اور غیرت مند آدمی اس کو نہیں اپنا سکتا۔ اور بعض لوگ دوسرے طریقوں سے اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں، اوران کے یہ دوسرے طریقے بہت ہی بدتر ہوتے ہیں کیونکہ مذکورہ طریقے میں صحیح طرز پر عمل کرنے سے مطلقہ بہرحال پہلے خاوند کے لیے حلال ہوجاتی ہے مگر دوسری صورت اختیار کرنے سے مطلقہ پہلے خاوند پر حلال ہی نہیں ہوتی، بدستور حرام رہتی ہے۔

رجوع کی ناجائز شکلیں

چنانچہ بعض جگہ تمام احکام کو پسِ پشت ڈال کر، عذابِ قبر، عذابِ آخرت اور قہرِ خداوندی سے بے خوف ہوکر صراحۃً تین طلاقیں دینے کے باوجود بغیر کسی حلالہ اور نکاح کے میاں بیوی میں رجوع کرادیا جاتا ہے، گھر کے بڑے یا دیگر اہلِ محلّہ یہ کہہ کر ان کی تسلّی کردیتے ہیں کہ غصّہ میں طلاق نہیں ہوتی یا گواہوں کے بغیر طلاق نہیں ہوتی یا بالکل تنہائی میں طلاق نہیں ہوتی یا دل سے طلاق دینے کا ارادہ نہ ہوتو طلاق نہیں ہوتی، یا بیوی کو طلاق کا علم نہ ہوتو طلاق نہیں ہوتی یا بیوی طلاق نامہ کی رجسٹری واپس کردے اور وصول نہ کرے تو طلاق نہیں ہوتی، یا جب تک وہ طلاق کی تحریر نہ پڑھے اور قبول نہ کرے تو طلاق نہیں ہوتی یا محض لکھ کردینے سے جبکہ خاوند نے زبانی طلاق نہ دی ہو طلاق نہیں ہوتی یا مطلقہ حمل سے ہوتو طلاق نہیں ہوتی۔ یہ سب جاہلوں کی اپنی

خودساختہ اور من گھڑت دلیلیں ہیں جو بالکل لچر ہیں۔ ازروئے شرع ان سب صورتوں میں بلاشبہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اوران کا رجوع محض حرام کاری کا ذریعہ ہوتا ہے اوراس طرح ان کی ساری زندگی گناہ میں گزرتی ہے جس میں یہ دونوں مردوعورت تو گنہگار ہوتے ہی ہیں، ساتھ ہی وہ لوگ بھی گنہگار ہوتے ہیں جنہوں نے ان دونوں کواس حرام زندگی گزارنے پر آمادہ کیا۔

بعض لوگ تین طلاقیں دینے کے بعد، تین کا اقرار نہیں کرتے، یا طلاق ہی سے منکر ہوجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح طلاقیں واقع نہ ہوں گی یا پھر سفید جھوٹ بول کر بجائے تین طلاقوں کے دولکھواتے اور بتلاتے ہیں اور مفتی کو دھوکہ دے کر رجوع کا فتویٰ لے لیتے ہیں اور لوگوں میں مشہور کردیتے ہیں کہ فلاں بڑے مفتی صاحب کا یا فلاں بڑے مدرسہ کا فتویٰ منگوالیا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی، لہٰذا رجوع ہوسکتا ہے۔ اس طرح عوام کو بھی دھوکا دیتے ہیں تاکہ کسی کے سامنے رسوائی نہ ہو اور پھر ان عیاریوں سے وہ سمجھتے ہیں کہ بیوی حلال ہوگئی ہے جو محض اور محض خودفریبی ہے۔ مفتی غیب داں نہیں، وہ تحریر و بیان کا پابند ہے، جو کچھ اس کو بتایا جائے گا وہ اسی کے مطابق جواب لکھ کردے گا، بیان وتحریر کی ذمّہ داری صاحبِ واقعہ پر ہے، اصل حقیقت چھپا کر ایک یا دوطلاقوں کے حکم کو تین طلاقوں کے حکم پر فٹ کرنے سے بیوی حلال ہرگز نہ ہوگی، بدستور حرام رہے گی۔ ایسے لوگ مفتی اور عوام کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر اللہ جل شانہ' کو دھوکہ نہیں دے سکتے، وہ برابر حق تعالیٰ کے سامنے ہیں اور اس کے قہر وغضب سے نہیں بچ سکتے۔

بعض لوگ تین طلاقوں سے بچنے کے لیے جب فقہ حنفی میں کوئی راستہ نہیں پاتے

تو اپنا مسلکِ حنفی چھوڑ کر غیر مقلدوں سے رجوع کرتے ہیں اور اُن سے فتویٰ لے کر رجوع کر لیتے ہیں، اُن کے مسلک میں ایک ہی مجلس کے اندر اگر کوئی شخص تین طلاقیں دفعۃً دے دے تو ایک ہی طلاق ہوتی ہے اور دوبارہ رجوع ہوسکتا ہے۔ ان کا یہ مسلک قرآنِ حکیم، احادیثِ صحیحہ، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ، چاروں امام حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور جمہورِ اُمّت کے خلاف ہے اور علمی اعتبار سے بھی غلط ہے۔ (اس سلسلہ میں چند حدیثیں آخر میں آرہی ہیں) ان کے مسلک پر عمل کر کے یہ لوگ حرام کاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دفعۃً تین مرتبہ طلاق دینے میں مصیبت ہی مصیبت اور گناہ ہی گناہ ہے۔

اگر نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد ہی طلاق کے مسائل سیکھ لئے جاتے (جبکہ مسائل کو سیکھنا اس وقت فرض بھی تھا) اور پھر ان پر عمل کیا ہوتا تو آج یہ روزِ بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ گھر اور بچے برباد نہ ہوتے، سکون غارت نہ ہوتا، دو خاندانوں میں دشمنی پیدا نہ ہوتی۔ لہٰذا بیک وقت تین طلاق دینے سے مکمل اجتناب کرنا واجب ہے اور جہاں تک ممکن ہو غصہ میں ہرگز ہرگز طلاق نہ دی جائے۔ اگر کبھی غصہ میں ایسی نوبت آنے لگے تو فوراً وہاں سے علیحدہ ہو جائیں اور جب غصہ ختم ہو جائے اور پھر بھی طلاق دینے کا ارادہ ہو تو اس سلسلہ میں کم از کم پہلے قرآن وسنّت کی ان مختصر مندرجہ ذیل تعلیمات کا ضرور مطالعہ کر لیں اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

میاں بیوی کے حقوق

میاں اور بیوی میں تعلقات کشیدہ ہونے کی اصل بنیاد عام طور پر ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا ہے، اسی سے جھگڑے ہوتے ہیں، اشتعال پیدا ہوتا ہے، اس لیے دونوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں اور پھر ان تمام حقوق کو ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کریں۔ جہاں کہیں کوتاہی ہو رہی ہو، کھلے دل سے اس کا اعتراف کریں، اور جلد از جلد اس کا تدارک کرلیں۔ اگر ایسا کرنے لگیں تو شاید ہی کوئی رنجش ہو۔ یہاں مختصراً دونوں کے چند شرعی حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے:

خاوند پر بیوی کے یہ حقوق ہیں

۱......بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

۲......اعتدال کے ساتھ اس کی ایذاء پر صبر کرنا یعنی اگر بیوی سے کوئی خلافِ طبع اور ناگوار بات صادر ہو تو اس پر صبر کرنا، برداشت کرلینا اور نرمی سے اس کو سمجھا دینا تاکہ آئندہ وہ خیال رکھے اور معمولی معمولی بات پر غصہ کرنے سے پرہیز کرنا۔

۳...... غیرت میں اعتدال رکھنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو خواہ مخواہ بیوی سے بدگمانی کرے اور نہ بالکل اس کی طرف سے غافل ہو جائے۔

۴......خرچ میں اعتدال کرنا۔ یعنی حد سے زیادہ تنگی نہ کرے اور نہ فضول خرچی کی اجازت دے، میانہ روی اختیار کرے۔

۵......حیض و نفاس کے احکام سیکھ کر بیوی کو سکھانا، نماز پڑھنے اور دین پر چلنے کی تاکید کرتے رہنا اور بدعات اور رسومات سے منع کرنا۔

۶......اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان میں حقوق برابر رکھنا۔

۷......بقدر ضرورت ان سے جماع (ہمبستری) کرنا۔

۸......بغیر اجازت عزل نہ کرنا یعنی صحبت کرتے وقت بیوی کی مرضی کے بغیر باہر منی خارج نہ کرنا۔

۹......بغیر ضرورت کے طلاق نہ دینا۔

۱۰......بقدرِ ضرورت رہنے کے لیے مکان دینا۔

۱۱......کبھی کبھی بیوی کے محارم اور قریبی عزیزوں سے اس کو ملنے دینا۔

۱۲......اس کے ساتھ ہمبستری کی باتیں، دوسروں پر ظاہر نہ کرنا۔

۱۳......ضرورت کے وقت بیوی کو مارنے اور تنبیہ کرنے کی جو حد شریعت نے بتلائی ہے اس سے زیادہ مار پیٹ نہ کرنا۔ (اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔)

بیوی پر شوہر کے یہ حقوق ہیں

۱...... ہر جائز کام میں خاوند کی اطاعت کرنا، البتہ خلافِ شرع اور گناہ کے کام میں معذرت کر دے۔

۲......خاوند کی حیثیت سے زیادہ نان ونفقہ کا مطالبہ نہ کرنا۔

۳......شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دینا۔

۴......شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے نہ نکلنا۔

۵......شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دینا۔

۶......اس کی اجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھنا اور نفل روزہ نہ رکھنا۔

۷......خاوند صحبت کے لیے بلائے تو شرعی ممانعت اور رکاوٹ کے بغیر انکار نہ کرنا۔

۸......خاوند کو اس کی تنگدستی یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا۔

۹......اگر خاوند میں کوئی بات خلافِ شرع اور گناہ کی دیکھے تو ادب کے ساتھ منع کرنا۔

۱۰......اس کا نام لے کر نہ پکارنا۔

۱۱......کسی کے سامنے اس کی شکایت نہ کرنا

۱۲......اس کے سامنے زبان درازی اور بدزبانی نہ کرنا۔

۱۳......اس کے والدین کو اپنا مخدوم سمجھ کر ان کا ادب و احترام کرنا، ان کے ساتھ لڑ جھگڑ کر یا کسی اور طریقے سے ایذاء نہ پہنچانا۔

(دین کی باتیں وحقوق الاسلام)

صالح بیوی

قرآن کریم کی رو سے نیک بیوی وہ ہے جو مرد کی حاکمیت کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت کرے، اس کے تمام حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پیٹھ پیچھے اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے، اپنی عصمت اور مال کی حفاظت جو امورِ خانہ داری میں سب سے اہم ہیں ان کے بجالانے میں خاوند کے سامنے اور پیچھے کا حال بالکل برابر رکھے، یہ نہیں کہ خاوند کے سامنے تو اس کا اہتمام کرے اور اس کی عدم موجودگی میں لاپرواہی برتے۔ ایک حدیث میں اس کی مزید تشریح ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب
اس کو کوئی حکم دو تو اطاعت کرے اور جب تم غائب ہو تو اپنے

نفس اور مال کی حفاظت کرے۔'' (معارف القرآن)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ:

''جو عورت اپنے شوہر کی تابعدار اور فرمانبردار ہو اس کے لیے ہوا میں پرندے، دریا میں مچھلیاں، آسمانوں میں فرشتے اور جنگلوں میں درندے استغفار کرتے ہیں۔'' (بحر محیط)

نافرمان بیوی کی اصلاح کے تین طریقے

جب کسی کی بیوی اس کی فرمانبرداری نہ کرے، اس کے حقوق ادا نہ کرے اور خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی نہ گزارے تو قرآنِ کریم نے اس کی اصلاح کے ترتیب وار تین طریقے بتلائے ہیں، طلاق دینے سے پہلے ان باتوں پر عمل کرنا چاہیے:

۱...... پہلا طریقہ اور درجہ یہ ہے کہ خاوند نرمی سے بیوی کو سمجھائے، اس کی غلط فہمی دور کرے۔ اگر واقعی وہ جان کر غلط روش اختیار کیے ہوئے ہے تو سمجھا بجھا کر صحیح روش اختیار کرنے کی تلقین کرے، اس سے کام چل گیا تو معاملہ یہیں ختم ہوگیا، عورت ہمیشہ کے لیے گناہ سے اور مرد قلبی اذیت سے اور دونوں رنج وغم سے بچ گئے۔ اور اگر اس فہمائش سے کام نہ چلے تو......

۲......دوسرا درجہ یہ ہے کہ ناراضگی ظاہر کرنے کے لیے بیوی کا بستر ہ اپنے سے علیحدہ کر دے اور اس سے علیحدہ سوئے۔ یہ ایک معمولی سزا اور بہترین تنبیہ ہے، اس سے عورت متنبہ ہوگئی تو جھگڑا یہیں ختم ہوگیا اور اگر وہ اس شریفانہ سزا پر بھی اپنی نافرمانی اور کج روی سے باز نہ آئی تو......

ایک بہت ہی پاکیزہ طریقہ بتایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ برادری کے سربراہ اور معاملہ فہم حضرات یا ارباب حکومت یا فریقین کے اولیاء دو حَکَم (صلح کرانے والے) مقرر کریں۔ ایک مرد کے خاندان سے، دوسرا عورت کے خاندان سے اور دونوں حَکَم میں یہ اوصاف موجود ہوں:

۱...... دونوں ذی علم ہوں۔

۲...... دیانت دار ہوں۔

۳...... نیک نیّت ہوں اور دل سے چاہتے ہوں کہ ان میں صلح ہو جائے۔

اور پھر صلح و صفائی کی پوری کوشش کریں، جب ایسے حَکَم ان دونوں میاں بیوی کے درمیان اخلاص کے ساتھ صلح کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہوگی اور یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے اور ان کے ذریعے دونوں میاں بیوی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اتفاق و محبت پیدا فرمائیں گے۔

(از معارف القران جلد ۲ بتصرف)

نکاح کا مقصد طلاق دینا نہیں

اسلامی تعلیمات کا اصل رُخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لیے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی نوبت ہی نہ آئے، کیونکہ نکاح ختم ہونے کا اثر صرف میاں بیوی پر نہیں پڑتا، بلکہ نسل و اولاد کی تباہی و بربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت پہنچتی ہے اور پورا معاشرہ اس سے بُری طرح متاثر ہوتا ہے۔ اسی لیے جو اسباب اور وجوہ اس رشتہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں، قرآن و سنّت کی تعلیمات نے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔ زوجین

کے ہر معاملہ اور ہر حال کے لیے جو ہدایتیں قرآن و سنت میں مذکور ہیں، ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے، ٹوٹنے نہ پائے، نا اتفاقی ہونے کی صورت میں جیسا کہ تفصیل سے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ اوّل افہام و تفہیم کی پھر زجر و تنبیہ کی ہدایتیں دی گئیں ہیں اور اگر بات زیادہ بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو خاندان ہی کے دو افراد کو حَکَم اور ثالث بنانے کا ارشاد کس قدر حکیمانہ ہے کہ اگر معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جانے اور دلوں میں اور زیادہ بُعد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ کاش ہم بھی ان پاکیزہ تعلیمات پر صحیح طریقہ سے عمل پیرا ہوں۔ جذبات سے مغلوب ہونے کے بجائے، خوب سوچ سمجھ کر اس بارے میں کوئی قدم اٹھائیں۔

طلاق بالکل آخری مرحلہ پر ہے

بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آجاتی ہیں کہ اصلاح حال کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں، کسی طریقہ سے اتفاق نہیں ہوتا، ازدواجی زندگی سے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے میاں بیوی کا آپس میں مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہے، ایسے سنگین حالات میں دونوں کے اس ازدواجی تعلق کو ختم کر دینا ہی طرفین کے لیے راحت اور سلامتی کا باعث ہوتا ہے۔ ایسے آخری اور انتہائی حالات میں شریعت نے خاوند کو طلاق کا اختیار دیا ہے اور یہ کہہ کر دیا ہے کہ اس اختیار کا استعمال کرنا بہت ہی ناپسندیدہ، مبغوض اور مکروہ ہے، صرف مجبوری میں اس کی اجازت ہے اور اس کا طریقہ بھی خود ہی بتلایا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تاکید کی ہے جس میں بیشمار

دینی اور دنیاوی فوائد ہیں۔

طلاق دینے کا احسن طریقہ

چنانچہ قرآن وسنت کے ارشادات اور صحابہ وتابعین کے عمل سے طلاق دینے کے طریقے کے متعلق جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میاں بیوی میں کسی طرح صلح وصفائی اور میل جول نہ ہوتا ہو اور طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہا ہو تو طلاق دینے کا احسن (بہترین) طریقہ یہ ہے کہ جب بیوی ماہواری سے پاک ہو اور اس پاکی کے زمانہ میں خاوند نے بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو تو خاوند صاف الفاظ میں بیوی کو صرف ایک طلاق دیدے، مثلاً یوں کہہ دے ''میں نے تجھے ایک طلاق دی'' اس کے بعد عدّت گزرنے دے۔ عدّت کے دوران رجوع کرے تو بہتر ہے، ورنہ اس طرح عدت ختم ہونے کے ساتھ ہی نکاح کا رشتہ خود بخود ٹوٹ جائے گا، بیوی شوہر سے بالکل جُدا ہو جائے گی اور آزاد ہوگی اور اس کو اختیار ہوگا کہ جہاں چاہے نکاح کرے۔ فقہائے کرام نے اس طرح طلاق دینے کو طلاقِ احسن کہا ہے اور صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس کو طلاق کا بہترین طریقہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب طلاق دینا بہت ہی ناگزیر ہو تو اسی طریقہ کے مطابق طلاق دینا چاہیے۔

طریقِ احسن کے فوائد

طلاق کے اس احسن طریقہ میں یوں تو بیشمار فوائد ہیں، چند اہم فائدے یہ ہیں:

(۱)......سب سے اہم فائدہ اس طریقہ میں یہ ہے کہ طلاق کے جتنے واقعات سامنے آتے ہیں ان میں ننانوے فیصد واقعات میں میاں بیوی اس واقعہ سے بہت پچھتاتے

اور شرمندہ ہوتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح دوبارہ ان کا رشتۂ ازدواج بحال ہو جائے، لیکن چونکہ وہ تین طلاقیں دے چکے ہوتے ہیں اور رجوع کرنے یا بلا حلالہ دوبارہ نکاح کرنے کے تمام درجے عبور کر چکے ہوتے ہیں، اس لیے ان کا شرمندہ ہونا اور صلح پر آمادہ ہونا کچھ کام نہیں آتا۔ مذکورہ طلاق کے احسن طریقہ پر عمل کرنے میں طلاق دینے کے بعد تین ماہواریاں گزرنے تک عدّت ہے۔ بشرطیکہ حمل نہ ہو، ورنہ وضع حمل تک عدّت ہے اور عدّت کے دوران دونوں میاں بیوی کو علیحدگی اور اس پر مرتّب ہونے والے اثرات پر غور وفکر کا اچھا خاصا وقت مل جاتا ہے اور مستقبل کے سلسلہ میں صحیح فیصلہ کرنے کا موقع ملتا ہے، اگر دورانِ عدّت دونوں اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ طلاق دینا اچھا نہیں ہے اور اپنے کیے پر نادم ہوں، بیوی خاوند کی فرمانبرداری کرنے اور اپنی کوتاہیوں کو دُور کرنے کا عہد کرے، خاوند بھی گھر کی بربادی اور بچوں کی کفالت و پرورش کی دشواریوں کا اندازہ لگا کر خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی گزارنے میں سلامتی دیکھے تو ابھی کچھ نہیں بگڑا، دوبارہ میاں بیوی والے تعلقاتِ خاص قائم کرلیں، بس رجوع ہو گیا، حسبِ سابق میاں بیوی کی طرح رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے خاوند کہے کہ ''میں اپنی بیوی کو دوبارہ اپنے نکاح میں لوٹاتا ہوں'' یا یوں کہے کہ ''میں اپنی بیوی کو دوبارہ رکھے لیتا ہوں''۔ یہ رجوع کا افضل طریقہ ہے تاکہ دوسروں کو تعلقات کی بحالی سے کوئی غلط فہمی نہ ہو اور رجوع کرنا بھی طلاق کی طرح سب کے علم میں آجائے۔ اور اگر عدّت کے دوران خاوند نے رجوع نہ کیا اور عدّت گزر گئی تو اب مطلقہ اس کے نکاح سے پوری طرح آزاد ہو گئی، اب جہاں اس کا دل چاہے نکاح

کرے، طلاق دینے والے سے اس کا کچھ تعلق نہیں رہا، دونوں بالکل اجنبی ہو گئے۔

(۲)......طلاق کے اس احسن طریقے میں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر رشتہ ازدواج سے آزاد ہونے اور کچھ وقت گزرنے کے بعد کسی وجہ سے ایک دوسرے کی یاد ستانے لگے، کبیدگیوں اور رنجشوں کو بُھلا کر ایک دوسرے کے محاسن، خدمات اور احسانات پر غور کرنے کا از سرنو موقع ملے اور پھر دوبارہ ایک دوسرے سے نکاح کرنے کے خواہشمند ہوں تو طلاق اور عدّت گزرنے کے بعد بھی بغیر کسی حلالہ کے دوبارہ آپس میں نئے مہر کے ساتھ باہمی رضامندی سے نکاح کر سکتے ہیں۔

بالفرض دوبارہ نکاح ہو گیا اور بدقسمتی سے دوبارہ بھی اس کو کامیابی کے ساتھ نہ نباہ سکے اور خدانخواستہ پھر طلاق کی نوبت آ گئی تو دوبارہ طلاق دینے سے پہلے اس بار بھی ان تمام تفصیلات پر عمل کرنا چاہیے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے (یعنی پہلے افہام و تفہیم سے کام لے، پھر زجر و تنبیہ کرے، پھر خاندان کے دو افراد کو حکم اور ثالث بنائے) پھر بھی طلاق دینا ہی ناگزیر ہو تو پھر طلاق احسن دی جائے (یعنی ماہواری سے پاک زمانے میں جس میں بیوی سے صحبت نہ کی ہو، صاف الفاظ میں صرف ایک طلاق دے) جس میں دوبارہ خاوند کو اختیار ہے کہ وہ عدّت کے دوران رجوع بھی کر سکتا ہے اور عدّت کے بعد بغیر کسی حلالہ کے باہمی رضامندی سے نئے مہر پر دوبارہ نکاح بھی کر سکتا ہے، لیکن اب طلاق دینے والا طلاق کے دو درجے عبور کر چکا ہے اور دو طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، رجوع کرنے یا نکاحِ ثانی کرنے سے یہ دی ہوئی دو طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، رجوع کرنے یا نکاحِ ثانی کرنے سے یہ دی ہوئی دو طلاقیں ختم نہیں ہوتیں وہ تو واقع ہو چکی ہیں البتہ دو طلاقوں تک شریعت نے یہ سہولت رکھ دی ہے کہ اگر

ایک یا دو طلاقوں کے بعد دونوں شرمندہ ہوں اور ملاپ کرنا چاہیں تو دو طلاقوں تک ان کے لیے اس کی گنجائش ہے۔

اب اس کے بعد دونوں کے لیے بڑا اہم لمحۂ فکر یہ ہے اور اب انہیں مستقبل میں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے بہت زیادہ فکر کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ ازدواجی زندگی قائم کرنے کے دو درجے پہلے ہی عبور کر چکے ہیں، اب انہیں آئندہ کے لیے آخری مرتبہ پھر ایک حتمی فیصلہ کرنا ہے۔ وہ فیصلہ ایک آخری فیصلہ ہوگا چنانچہ اگر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور خوش اسلوبی سے اپنا گھر بسا کر زندگی بسر کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو دوسری طلاق کی عدّت کے اندر رجوع کر سکتے ہیں ورنہ عدّت کے بعد باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح بھی بغیر کسی حلالہ کے ہوسکتا ہے۔ پھر اگر ان دونوں نے یہ گرانقدر موقع بھی ضائع کر دیا اور اپنی نادانی، نالائقی اور بداطواری سے اس دفعہ بھی طلاق کی نوبت آ گئی اور خاوند طلاق دے بیٹھا تو بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، جس میں نہ رجوع ہوسکتا ہے اور نہ حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

احسن طریقہ سے طلاق دینے میں دو مرتبہ طویل عرصہ تک دونوں کو ایک دوسرے کی علیحدگی اور اس سے پیدا شدہ اثرات پر سنجیدگی سے غور و فکر کا موقع ملتا ہے اور دوبارہ رشتۂ ازدواج کو بحال اور قائم کرنے کا راستہ بھی باقی رہتا ہے۔ دفعۃً طلاقیں دینے میں ایسا کوئی فائدہ نہیں ہے، میاں بیوی دونوں سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں اور سخت دشواری کا شکار ہوتے ہیں۔

طلاق کے اس احسن طریقے میں کہیں جلد بازی اور عجلت نہیں ہے۔ جلد بازی

شیطانی عمل ہے، جس کا انجام پشیمانی ہے۔ چنانچہ آپ اندازہ لگائیں کہ شریعت نے اوّل یہ حکم دیا کہ میاں بیوی خود ہی اپنے معاملہ کو سلجھائیں، خاوند افہام و تفہیم سے کام لے، اس سے کام نہ چلے تو بیوی کا بستر علیحدہ کردے۔ اس سے بھی بیوی اپنی اصلاح نہ کرے تو زجر و توبیخ اور معمولی مار سے اس کی اصلاح کرے۔ یہ بھی مفید نہ ہو تو کسی ثالث اور حکم کے ذریعے صلح وصفائی کرائی جائے۔ جب اس طرح بھی اصلاح حال کی امید نہ ہو اور کوئی صورت مل کر رہنے کی نہ رہے تو بیوی کو اگر ماہواری آرہی ہو تو اس کے پاک ہونے کا انتظار کرے، ابھی طلاق نہ دے، جب حیض سے بالکل پاک ہوجائے تو طلاق کے احسن طریقے کے مطابق اس کو صرف ایک طلاق زبانی یا تحریری دیدے۔

دیکھئے! ہر جگہ دونوں کو بار بار غور وفکر کا موقع دیا جارہا ہے اور سوچ وبچار کا پورا پورا وقت دیا جارہا ہے، اور پھر شریعتِ اسلامیہ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے ہر پہلو سے یہ نمایاں ہورہا ہے کہ حتی الامکان نکاح برقرار رہے اور طلاق کا استعمال نہ ہو، اور اگر سخت مجبوری میں طلاق دینا ہی پڑے تو بھی اس کا استعمال کم سے کم ہو، تاکہ آئندہ بھی اگر وہ دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کرسکیں۔

دفعۃً تین طلاقیں دینے سے تینوں کے واقع ہونے کی وجہ

اگر کوئی نادان طلاق کے اس بہترین طریقہ کو اختیار ہی نہ کرے اور اس کو جاننے کی حد تک بھی معلوم نہ کرے، بے سوچے سمجھے محض جوشِ غضب میں تینوں طلاقیں دے بیٹھے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے، دین وشریعت پر کچھ الزام نہیں، وہ خود اپنے اوپر

روئے اوراپنے کیے پر آنسو بہائے۔غلط اور غیر مشروع طریقہ اختیار کرنے کی یہی سزا ہے۔جب خود ہی اس نے اپنے سارے اختیارات اور شریعت کی دی ہوئی آسانیاں نظرانداز کردیں اور بلاوجہ اور بلاضرورت ختم کردیں تو اب اس کی سزا یہ ہے کہ نہ رجعت ہوسکے اور نہ بغیر دوسری شادی کے آپس میں نکاح ہوسکے۔

بعض لوگ اس مشہور مثل ’’الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے‘‘ کا مصداق ہوتے ہیں اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ دلی ارادہ کے بغیر غصہ میں دینے سے تینوں طلاقیں کیوں ہوگئیں؟اس کے علاوہ بھی وہ طرح طرح کی باتیں اوراعتراضات کرتے ہیں اور عقل سے کورا ہونے کا ثبوت دیتے ہیں،ان کا جواب عقلی اور عرفی طور پر تو یہی ہے کہ کسی فعل کا جرم وگناہ ہونا اس کے موثر ہونے میں کہیں بھی مانع نہیں ہوتا مثلاً کسی کو ناحق قتل کرنا جرم بھی ہے اور گناہ عظیم بھی ہے لیکن اس کے باوجود کوئی شخص نادانی میں کسی کو تین گولیاں ماردے یا غصہ میں تلوار سے مار کر قتل کردے تو جس کو گولی مار کر یا تلوار سے قتل کیا گیا وہ تو قتل ہو ہی جاتا ہے،اس کی موت تو اس کا انتظار نہیں کرتی کہ یہ گولی جائز طریقہ سے ماری گئی ہے یا ناجائز طریقہ سے اور تلوار غصہ میں چلائی گئی ہے یا محبت میں،سمجھ کر ماری گئی ہے یا ناسمجھی میں۔ایک اور مثال لے لو!چوری کرنا باتفاقِ مذاہب جرم وگناہ ہے مگر جو مال اس طرح غائب کردیا گیا وہ تو ہاتھ سے نکل ہی جاتا ہے۔یہی حال تمام معاصی اور جرائم کا ہے کہ ان کا جرم وگناہ ہونا ان کے اثر کرنے میں رکاوٹ نہیں بنتا،تو ایک دم تین طلاقیں دے دینا بیشک جرم وگناہ ہے لیکن کوئی دے گا تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔

شرعی جواب یہ ہے کہ متعدد صحیح حدیثوں میں اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو

حضورِ اقدس ﷺ نے معتبر مانا ہے اور نافذ کیا ہے، اگرچہ اس نامشروع طریقہ سے طلاق دینے پر سخت ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا ہے، چنانچہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت محمود بن لبید نقل کیا ہے:

''حضورِ اکرم ﷺ کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں، آپ ﷺ غصہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے، حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟'' (نسائی شریف، کتاب الطلاق صفحہ ۹۸ جلد ۲)

تشریح: یہ بڑی معتبر صحیح اور مستند حدیث ہے۔ حافظ ابن القیمؒ نے صحیح علیٰ شرطِ مسلم قرار دیا ہے (زاد المعاد) اور جوہر نقی میں علامہ ماوردیؒ نے اس کی سند صحیح اور ابنِ کثیرؒ نے اسناد جید اور ابنِ حجرؒ نے رواہ مؤثقون فرمایا ہے، اور اس حدیث میں تین طلاقیں بیک وقت دینے پر حضورِ اقدس ﷺ نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شخص کو مستوجبِ قتل بھی سمجھا، مگر یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے اس کی طلاقوں کو کالعدم یا تین کو ایک طلاقِ رجعی قرار دے کر بیوی اس کے حوالہ کردی ہو، بلکہ قاضی ابوبکر بن عربیؒ نے یہ الفاظ بھی اس حدیث کے متعلق نقل کیے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی تینوں طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا۔

(عمدۃ الاثاث)

ایک روایت حضرت عُوَیمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کہ انہوں نے

آنحضرت ﷺ کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کیا۔ اور جب وہ دونوں (یعنی حضرت عوُیمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی بیوی) لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عوُیمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اللہ کے رسول ﷺ! میں اس پر جھوٹ بولنے والا ہوں گا اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا، پھر حضرت عوُیمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تین طلاقیں دیدیں اس سے پہلے کہ رسولِ کریم ﷺ انہیں حکم دیتے۔

(بخاری شریف مع فتح الباری صفحہ ۳۰۱ جلد)

تشریح: بخاری شریف میں اس حدیث کا ہونا اس کی صحت کے لیے کافی ہے اور اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عوُیمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی قرار دے کر نافذ فرمایا ہے۔ اور محمود بن لبیدؓ کی سابقہ روایت میں بھی ابوبکر ابن عربی کی روایت کے مطابق تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا ذکر موجود ہے اور بالفرض یہ نہ بھی ہوتا تو یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ نے بیک وقت دی جانے والی تین طلاقوں کو کالعدم یا تین کو ایک طلاق رجعی قرار دیا ہو۔

ایک اور روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی بیوی حضرت عائشہ خثعمیہ نے انہیں مبارکباد دی، اس پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا یہ مبارکباد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت پر ہے؟ اس پر تم خوشی کا اظہار کر رہی ہو، تجھ پر تین طلاقیں ہیں۔ جب عدّت ختم ہوگئی تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقیہ مہر اور مزید دس ہزار روپے بھیجے۔ جب حضرت عائشہ کو یہ رقم ملی تو کہنے لگی، جدا ہونے والے

حبیب سے یہ مال کم ہے۔ یہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا:

لولا انی سمعت جدّی او حدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امرأته ثلاثا عند الاقراء أو ثلاثاً مُبهمة لم تحلّ له، حتیٰ تنکح زوجا غیره لراجعتها.

یعنی اگر نانا جان ﷺ کا یہ ارشاد نہ ہوتا کہ ''جس شخص نے اپنی بیوی کو ماہواری کے وقت یا مبہم (گول مول) تین طلاق دے دیں تو وہ عورت بغیر نکاح ثانی کے اس کے لیے حلال نہیں ہوتی'' تو میں رجوع کر لیتا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۳۶ جلد ۷)

طبرانی نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے ڈالیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تین طلاقیں تو واقع ہو گئیں، باقی نو سو ستانوے سے اس نے ظلم کیا، اگر اللہ چاہے اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کرے۔

(الاشفاق فی احکام الطلاق)

فائدہ: ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ مختلف حیلوں سے انہیں کالعدم کرنے کی کوشش کرنا یا تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دینا محض جہالت ہے اور ایسا کرنے سے حرام حلال نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح نکاح ایک اہم معاملہ ہے اور اس کے لیے عرصہ سے تیاریاں کی جاتی ہیں اور بڑے غور و فکر اور بہت سوچ سمجھ کر شرعی طریقہ سے کیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح طلاق کا معاملہ بھی بڑا اہم معاملہ ہے بلکہ بعض اعتبار سے نکاح سے بھی زیادہ اہم اور نازک معاملہ ہے اور شریعت اسلامیہ نے اس کا بھی طریقہ بتلایا ہے۔ اس طریقے کو اختیار کرنا لازم وواجب ہے، اس کو فراموش کر کے طلاق کے سلسلے میں اپنے آپ کو آزاد سمجھنا اور بے سوچے سمجھے جوش غضب میں بے دھڑک طلاق کا استعمال کرنا نہ صرف ناجائز اور گناہ ہے بلکہ معاشرتی طور پر بھی اس کے نتائج بڑے تشویشناک اور پریشان کن ہیں۔ سلامتی اور عافیت صرف اسی طریقہ میں ہے جو محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے، ضرورت شدیدہ میں اسی طریقہ پر عمل کرنا چاہیے اور غلط روش سے توبہ کر کے ہمیشہ کے لیے اجتناب کرنا چاہیے۔

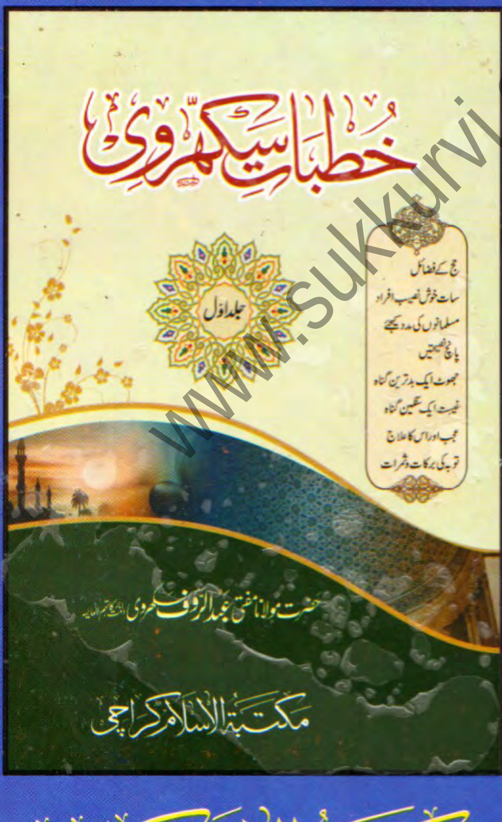
وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

یاد داشت

یاد داشت

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

کے پراثر، مفید بیانات کے دس جلدوں پر مشتمل اصلاحی بیانات کی تکمیل کے بعد اب ایک نیا مجموعہ **خطباتِ سکھروی** کے نام سے زیر ترتیب ہے، جس کی پہلی جلد منظر عام پر آچکی ہے



مکتبۃ الاسلام کراچی